

ابرنیساک

شعری مجموعہ

از
خورشید احمد سبکان

پیشہ گوشت و پوست کا نام لکھنا
تبدیل کا نام لکھنا
۱۸۵۲

زندگی کے گہرے شعور نے بسمل کو بہت سے ایسے حقائق تک پہنچا دیا ہے۔ جن تک انسان زندگی کی بھٹی میں تپنے بعد ہی پہنچ پاتا ہے۔ زندگی کے یہ حقائق ایسے نہیں ہیں کہ اُن تک کسی نے پہلی بار رسائی حاصل کی ہو لیکن اُس کے لہجے میں جو ایک صوفیانہ انجذاب پیدا ہو گیا وہ بیانیہ ہوتے ہوئے بھی متاثر کرتا ہے۔ اس انجذاب کو تفکر کی آنچ نے اگر دو آتشہ نہیں تو کم سے کم آتش زیرِ پا کی کیفیت سے ضرور آشنا کر دیا ہے۔

پروفیسر ظہور الدین

مشفق و مکرّم بھالی
شفق سولوی کی خدمت
میں، لبہ اُزباب و خلوص

رہ
کمال
6/7/12

زند
سے
تک
کے
ٹھوکر
کسی
لیکن
انجنا
ہو
انجنا
نہیں
کیفیہ

ابر نیساں

شعری مجموعہ



خورشید احمد بک



ناشر

مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ اکادمی تھنہ منڈی راجوری جموں و کشمیر (الہند)

پن کوڈ نمبر 85212!

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	-:	ابرنیساں
نام مصنف	-:	خورشید احمد بک
کمپوزنگ	-:	حافظ محمد نصیر الدین نقشبندی
سال اشاعت	-:	۲۰۱۰ء
طباعت	-:	جیلانی بک ڈپو، دہلی
تعداد	-:	ایک ہزار
قیمت	-:	ڈھائی سو روپے

ملنے کا پتہ

مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ اکادمی تھنہ منڈی راجوری جموں و کشمیر

فون نمبر:- 01962251037, 9419385269

این، ایچ اسٹیشنری ہاؤس تھنہ منڈی 9697262692

ضیاء اسٹیشنری ہاؤس نزد ایم ای ٹی تھنہ منڈی 9697654011

انتساب

اللہ رب العزت کے نام
جس نے مجھے توفیق تحریر عطا کی

اپنے والدین کے نام
جن کی دعاؤں کی برکت سے میں اس لائق ہوا

اپنے احباب اور عزیزان کے نام
جو ہر موڑ پہ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے

خورشید احمد بٹکل

- ۱۰۸۔ عید
- ۱۰۹۔ سرزمین کشمیر کے نام
- ۱۱۰۔ مزاحیہ قطعات
- ۱۱۲۔ شجر
- ۱۱۳۔ بہار کا موسم
- ۱۱۴۔ گیت
- ۱۱۵۔ نقل کے خلاف
- ۱۱۶۔ عوامی شاعری
- ۱۱۸۔ دوڑ کو سمجھ نہ آئے (بیروڈی)
- ۱۳۳ تا ۱۱۹۔ اردو سی حرفی
- ۱۳۳ تا ۱۳۳۔ مثنوی خیر کثیر
- ۱۳۳۔ نظم شانِ خدائی
- ۱۸۳ تا ۱۴۵۔ پہاڑی کلام

کچھ اپنے بارے میں

میری پیدائش ۱۹۴۷ء کے آس پاس پیرپنچال کے دامن میں ایک گاؤں چندری مرٹھ میں ہوئی جہاں میرے والدین تقسیم ملک کے پُر آشوب دور میں ایام مہاجرت گزار رہے تھے۔ البتہ کاغذی ریکارڈ کے مطابق میری تاریخ پیدائش ۲۳ جون ۱۹۴۹ء ہے اور مقام پیدائش تھنہ منڈی ہے۔ میرے والد مرحوم الحاج سیٹھ محمد شفیع اور والدہ ماجدہ فاطمہ تھیں۔ بقول والدین میں سارے کنبہ کی آنکھ کا تار اٹھا چونکہ مجھ سے بڑے چار بھائی یکے بعد دیگرے موت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ اور اب محبتوں کا مرکز میں ہی بن گیا تھا۔ میرا نام خورشید احمد میری چچا زاد بہن محترمہ تاج بیگم کو کسی بزرگ نے خواب میں بتایا تھا۔

ابتدائی غیر رسمی تعلیم والدہ محترمہ سے ملی اور پھر رسمی تعلیم اوّل تا دہم (۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۵ء) مقامی ہائی اسکول میں حاصل کی۔ جہاں پہلے قبلہ ماسٹر عبدالعزیز وانی پھر غلام نبی شہباز صاحب اور جناب ہرنس لال شرما صاحب کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت کا سفر طے کیا۔ مذہبی تعلیم مرحوم قاضی غیاث الدین صاحب امام جامع مسجد تھنہ منڈی سے حاصل کی اور پھر والد صاحب کی خواہش کے مطابق ڈگری کورس کیلئے پونچھ کالج میں داخلہ لیا۔ مگر شومی قسمت چند ہی ایام کے بعد کشمیر کے حوالے سے ۱۹۶۵ء کی ہند پاک جنگ واقع ہوئی اور پھر نئی نئی مشکلات کا سلسلہ چل نکلا۔ والد صاحب کو آزادی پسندوں کی حمایت کی پاداش میں جموں سینٹرل جیل میں پہنچایا گیا اور فروری ۱۹۶۶ء میں مجھے محکمہ تعلیم میں بطور مدرس ملازمت مل گئی۔ اس طرح میرا رسمی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ادھر تین سال کیلئے کسی پرائیویٹ امتحان میں بیٹھنے کیلئے محکمانہ

پابندی بھی تھی۔ اسی دوران ایک روز ایک جوتی سے ملاقات ہوئی اُس نے میرے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے پڑھا بہت کچھ اناپ سناپ کہا ساتھ ہی کہنے لگا مزید تعلیم کی خواہش مت کرو اب تمہاری قسمت میں کچھ بھی تعلیم نہیں ہے۔ اُس کی اس بات سے میں زبردست دل برداشتہ ہوا اور میں نے وہیں عہد کر لیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں جوتی کی اس پیش گوئی کو غلط ثابت کروں گا۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں مزید تعلیم کا آغاز کیا جو ۱۹۸۰ء میں ایم ایڈ کر کے ختم ہوا۔

ملازمت کے ابتدائی سالوں میں تھنہ منڈی ہائی اسکول میں تعیناتی کے دوران میرا زیادہ اٹھنا بیٹھنا اُس وقت کے ہیڈ ماسٹر منشی عنایت اللہ سے تھا جو ضلع ڈوڈہ کے رہنے والے تھے۔ وہ بڑے جہاں دیدہ آدمی تھے اور مولانا مودودی سے زبردست متاثر تھے انھوں نے مجھے مولانا مودودی کی ایک کتاب ”رسالہ دینیات“ پڑھائی جو میرے لئے پہلی نظریاتی کتاب کا مطالعہ تھا جس نے میرے شوق مطالعہ کو زیادہ گہرا کر دیا اور مذہب کے حوالے سے روایتی سوچ کی پچھلیس بھی ہلا دیں۔

سال ۱۹۷۰ء میں جناب غلام نبی شہباز نے مجھے اور فاروق مضطر کو بزم ادب تھنہ منڈی کی محفلوں میں بلانا شروع کر دیا۔ اور ہماری شعری تخلیقات کی اصلاح وغیرہ شروع کی، پھر کیا تھا شعر و ادب کا جادو سرچڑھ کر بولنے لگا۔ اب دیگر تمام مصروفیات ختم، صرف شاعر، شب خون، دھنک، بنجارا، شیرازہ، نخباء خاطر، آجکل (رسائل کے نام) وغیرہ کا تذکرہ ہی رہ گیا۔ شب و روز ادب نواز دوستوں اور بزرگوں۔۔۔۔۔ جناب محمد دین بانڈے، غلام نبی شہباز، رشید فدا، عبدالسلام بہار، نثار راہی، غلام قادر میر، صابر

مرزا، احمد شناس، امین انجم، پرت پال سنگھ بیتاب، اقبال نازش، مسعود الحسن مسعود، شیخ آزاد، حسام الدین بیتاب، ایوب شبنم، نظیر قریشی، شیخ سجاد پونچھی، محمد شفیع دانی غازی، محمد بشیر بٹ سوز، گلزار شمس، رشید قمر، بشیر شال شورش، افضل ہویدا، نصیر رینہ ساجد، غلام محی الدین عارف، مفتی منیر حسین، مولانا عابد حسین اور مشتاق قریشی کی محفلیں اوڑھنا بچھونا بن گئیں۔ آگے چل کر اس دائرے میں اقبال شال، عبدالقیوم ساحل، عبدالقیوم نانک، شبیر راتھر، صادق شاد، شیخ فضل، زفر کھوکھر، عبدالغنی شال، نصیر احمد شال، مہاراجک سنگھ ایشر، کے کے خاکی، چونی لال شعلہ، گھنی شام بائی، پریم ناتھ شرما، عبدالعزیز، قاضی ظہور رضی، خورشید جاتم، محمد خورشید خان، مرزا اسلم، ظفر اقبال اور اسماعیل آشنا شامل ہو گئے۔ صبح شام شاعری، افسانہ، ناول، جدیدیت وغیرہ کی گرما گرم بحثیں اور شعر سننا سنانا ہی مستقل مشغلہ بن گیا۔ شاہین انجم، دارالمطالعہ، پیر پنچال کلچرل فورم اس دور کی ہماری سرگرمیاں تھیں۔ اسی دوران میں نے اپنا قلمی نام بدل رکھا۔ یہ سلسلہ چل رہا تھا کہ ایک جمعہ کے موقع پر فاروق مضطر اور راقم نے مفتی منیر حسین کے مذہبی خیالات سے جو حال ہی میں دیوبند سے فارغ ہو کر آئے ہوئے تھے۔ اُن سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور اس طرح تھنہ منڈی میں غیر روایتی مذہبی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجے میں مدرسہ کشف العلوم، تعمیر جامع مسجد، تبلیغی جماعت اور پھر مدرسۃ التوحید کا کام یکے بعد دیگرے ہوتا گیا۔

۱۹۷۱ء میں ہی والدین نے شادی کے بندھن میں بندھوا دیا اور اب سفر حیات میں محترمہ مریم بیگم میری ہمسفر بن گئیں، موصوفہ کامیری زندگی میں بے مثال کردار ہے

جس کیلئے حق تو یہ ہے کہ مستقل کتاب لکھی جائے مگر سر دست میرے پاس اس کام کیلئے وقت نہیں ہے۔ صرف اتنا لکھ کر بات ختم کروں گا کہ موصوفہ میرے لئے اللہ کی طرف سے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷۵-۱۹۷۴ء میں مشتاق قریشی (شاہد رہ) کی تحریک پر میں نے مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ سوپور کشمیر میں B.Ed کیلئے داخلہ لیا جہاں میری ملاقات ریاست کی معروف شخصیات اور ٹرسٹ کے اعلیٰ اراکین پروفیسر غلام رسول بچہ، پروفیسر عبدالعزیز بٹ، پروفیسر عبدالغنی بٹ اور اُس وقت کی ریاستی اسمبلی کے اسپیکر ملک محی الدین سے ہوئی یہ سبھی مسلمانوں کی تعلیمی زبانوں کی ختم کرنے کیلئے بے قرار تھے میری دلچسپیوں کے پیش نظر مجھے بھی اپنے قافلے میں شامل کر لیا۔ نتیجہ بی ایڈ مکمل کرنے کے بعد یکم نومبر ۱۹۷۶ء کو جھنہ منڈی میں چند ساتھیوں --- حاجی غلام احمد میر، سردار محمد اقبال، حاجی محمد سعید، عبدالقیوم رینہ، محمد اقبال شال، ڈاکٹر محمد افضل، گلزار شمس اور عبدالحمید رینہ وغیرہ کے تعاون سے ایک نرسری اسکول کی بنیاد رکھی، جس کی اُس وقت ضلع راجوری اور پونچھ میں کوئی نظیر نہ تھی۔ الحمد للہ اب وہ نرسری اسکول مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ ہائر سیکنڈری اسکول کے نام سے معروف ہو چکا ہے اور خطہ میں دور رس مثبت تبدیلیوں کا نقیب بن چکا ہے۔ جس میں بطور خاص بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کے تصوراتی پیکر کی تیاری قابل ذکر ہے۔ اس حوالے سے مذکورہ یونیورسٹی کے پہلے پروجیکٹ ڈائریکٹر جناب مسعود احمد چوہدری راقم کے نام ایک خط میں یوں اعتراضی اظہار کرتے ہیں۔

Shri Khurshid Bismil,
Chairman,
MET Baba Ghulam Shah High School Thanna
Mandi Rajouri

The receipt of payees cheque No.0879701
amounting Rs.10.000/= is thankfully
acknowledged.

It makes us proud that the process of
raising funds for the establishment of Baba
Ghulam Shah Badshah University Rajouri should
be set afoot by a visionary who dared to "think big
and dream big" nearly two decades back with
revolutionizing idea of putting in place a university
in the far flung Rajouri region so that the
floodgates of higher learning are opened for the
poor and deprived masses of the socity. I must
congratulate you for your unending efforts.
perseverance and consistent furtherance of this
noble cause which has at last long made it
possible to translate this dream in to reality

سال ۱۹۷۶ء اکتوبر میں ہی میرے اور معظّر صاحب کے مطالعہ میں مولانا
وحید الدین صاحب کا "الرسالہ" آیا جو تاحال حرز جاں بنا ہوا ہے۔ جس نے بہت حد
تک مجھے میری شناخت کرائی میرے دینی شعور کو قدرے آگے بڑھایا اور زندگی میں
بامقصد کام کیلئے آمادہ کیا۔

سال ۱۹۹۷ء جو کہ خطہ میں ملی ٹینسی کے عروج کا زمانہ تھا میرے لئے بھی سخت

آزمائش و ابتلا کا دور تھا۔ خواہ مخواہ کچھ لوگ مجھے صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے سرگرم تھے۔ میری محبوب سرگرمی ایم ای ٹی بابا غلام شاہ اکادمی کو منتشر کر دینا بھی اُن کا منصوبہ تھا۔ مگر اللہ رب العزت نے میری سرگرمیوں کے سمیت مجھے محفوظ رکھا اور دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نئی کامیابیوں کے ساتھ سامنے آیا۔ اسکول کیلئے ایک نئی عالیشان عمارت وجود میں آئی اور تعلیمی اور سماجی سرگرمیاں مزید مستحکم ہو گئیں البتہ میں اُن حضرات کا اب بھی احترام کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے ہمیشہ مستعد رکھا۔ بقول شاعر

مخالفت سے میری شخصیت ابھرتی ہے میں دشمنوں کا بڑا احترام کرتا ہوں
یہ بھی اتفاق ہے کہ اسی دوران امریکن بائیوگرافیکل انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹر کی طرف سے مجھے ایک تہنیت نامہ ملا جس میں میری حوصلہ افزائی کچھ اس طرح سے ہے۔

Dear Mr. Bismil

Congratulations! Because of Exemplary performance your name has been recommended recently to the institutes Governing Board of Editors for biographical inclusion in the 8th edition of international directory of distinguished Leadership.

I congratulate you on the fine example you are setting for your peers and society, Mr. Bismil. My best personal wishes for all of your future endeavours.

میری سرگرمیوں کی خبر کس طرح امریکہ پہنچی یہ میرے لئے ابھی تک معمہ ہے۔

جون ۲۰۰۷ء میں میں محکمہ تعلیم سے بحیثیت ہیڈ ماسٹر سبکدوش ہوا اور اسی سال

حاصل زندگی یادگاری سفر ”سفر حج“ بھی نصیب ہوا۔

ایڈوکیٹ طاہر خورشید رینہ، مہناز، مسرت، شگفتہ، نصرت میرے بچے ہیں جن کی میں نے حتی المقدور تعلیم و تربیت کی ہے۔ میں پُر امید ہوں کہ یہ لوگ اللہ کے سچے بندے بن کر زندگی گزاریں گے اور عوام الناس کیلئے مفید ثابت ہونگے۔ میری بڑی بہن محترمہ راج بیگم اور چھوٹا بھائی اقبال نازش و قبیلے کے دیگر خوردو کلاں اور احباب میرا قیمتی سرمایہ حیات ہیں میں ان تمام کی خوشحالی کیلئے ہمیشہ دست بدعا رہتا ہوں۔

میں نے بچپن سے آج تک مختلف چیزوں سے محبت کی ہے، بچپن میں مجھے چھوٹے پالتو چرند پرند سے پیار تھا۔ جوانی میں سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ رہا جو سلسلہ الحمد للہ آج تک جاری ہے مگر اب میری ترجیحات میں چھوٹے بچے افسر، مبشر، مصور، نور فاطمہ، نیرہ، اور حسنین سے کھیلنا شامل ہو گیا ہے۔

کچھ ابر نیساں کے حوالے سے

شاعری میرا شوق نہیں میری ضرورت رہی ہے۔ چونکہ یہ میرے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے اور اس طرح میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا ہوں، میرے ایک قریبی دوست فاروق مضطر کا اصرار تھا کہ میں شاعری ترک کر دوں اور دیگر سماجی کاموں میں ہمد تن مصروف رہوں۔ میں نے اُن کی کبھی نہیں سُنی۔ یہ کہہ کر کہ شوق تو چھوڑا جاسکتا ہے ضرورت نہیں۔ البتہ میں نے شاعری میں کوشش کی ہے کہ بخیدہ خیالات کو ہی لفظوں کی مالا میں پرویا جائے۔ لب و رخسار، بال خال، ساغر و جام، ہجر و وصال، جیسے مرثیہ

موضوعات سے مجھے گھن آتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو ایرینیاں میں اس قسم کی شاعری پڑھنے کو نہیں ملے گی۔ ایرینیاں نام کا ایک کتابچہ جس میں صرف ”اردو سی حرفی“ ہی شامل ہے اس سے پہلے شائع ہو چکا ہے اور اب اسی نام سے میراپور شاعری مجموعہ چھپ رہا ہے۔ مجھے امید ہے جو بھی اسے غور سے پڑھے گا اُس پر ”ایرینیاں“ کی سی برسات ہوگی۔

میں پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر ظہور الدین، ایاز رسول نازکی، غلام نبی شہباز، صابر مرزا اور حاجی بشیر احمد خٹک کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے میرے شعری مجموعے کو پڑھا اور اپنے گراں بہا خیالات سے نواز کر اس کتاب کے وزن و وقار میں اضافہ کر دیا۔

میں ڈاکٹر شمس کمال انجم صدر شعبہ عربی بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی اور حافظ محمد نصیر الدین نقشبندی صاحب کی محبت شاقہ کوتاہیات بھلا نہیں سکتا جن کی وجہ سے اس کتاب کا منصہ شہود پر آنا ممکن ہوا۔ آخر میں میں قارئین حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ”ایرینیاں“ کا مطالعہ پوری توجہ سے کریں اور اپنے احساسات سے مجھے نوازتے رہیں۔ فقط والسلام

خورشید احمد لیکل ۵ مئی ۲۰۱۰ء

خورشید بیکل کی شاعری

پروفیسر حامد کاشمیری سربراہ کشمیر

مسرت کا مقام ہے کہ وادی کشمیر کے ساتھ ساتھ جموں اور اس کے نواحی علاقوں یعنی بھدرہ، پونچھ اور راجوری میں بھی شعری اظہاریت اور افسانہ نویسی کے وافر نمونے معرض وجود میں آتے رہے ہیں اور یہ بار آور سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ کرشن چندر، ٹھاکر پونچھی، عشرت کا شمیری، کشن سمل پوری، رسا جاودانی، قیس شیروانی، اللہ رکھساگر، موہن یاد، عرش صہبائی، محمد یاسین اور دوسرے اردو دنیا میں جانے پہچانے نام ہیں۔ معاصر ادب کے حوالے سے نئی نسلوں کے قلم کاروں میں ایسے کئی تازہ کار نام ہیں جو اپنی potentiality کا اظہار کر رہے ہیں۔ طمانیت بخش بات یہ ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی پیش رفت کا سامنا کرتے ہوئے ریاست کے لکھنے والے نسل بعد نسل، نئی فکری، معاشرتی اور تمدنی صورت حال خاص کر ریاست کے ہوش رُبا واقعات سے مایوسی اور منفی رد عمل کے بجائے اثباتی رویوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ جدیدیت کے دور میں ریاست کے لکھنے والے بھی مایوسی اور تنہائی کے اسیر ہو کر رہ گئے، لیکن جدیدیت کے بعد مابعد جدیدیت کے ورود کے ساتھ ہی زندگی بھو گئے اور زندگی کرنے کے رجحانات کو تقویت ملی اور ریاستی سطح پر بھی یہ رویے فروغ پانے لگے۔

خورشید بیکل راجوری کے اُن لکھنے والوں میں شامل ہیں جو شعر و شاعری کیلئے طبع موزوں رکھتے ہیں اور بلاشبہ ایک پختہ کار اور جہاں آگاہ شاعر ہیں اُن کی چشم نظارہ واہ رفتی ہے وہ اپنی ذات کے نہاں خانوں سے نکل کر باہر کی معروضی دنیا کے سرد و گرم اور اونچ نیچ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے ذہنی تاثرات کو نعمیاتی رنگ و آہنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اُن کا شعری کینوس پھیلاؤ اپنے مشاہدات، مہاجیات اور اخلاقیات کو ہنرمندی سے نظم کرتے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر کے تحت اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کے ساتھ ہی مدحت رسول ﷺ کی صورت میں اپنے عقیدہ مندانہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے طے کردہ کسی نظریے کی پابندی کو ٹھکراتے ہوئے اپنے شعری ذہن کی آزادی کو روا رکھتے ہیں۔

جہاں تک اُن کی غزلیات کا تعلق ہے ان میں کئی اشعار اُن کے ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ ایسے اشعار میں الفاظ کی سادگی اور لہجے کی روانی سے کام لیتے

ہوئے شعری وقوع کی عمل آوری کا احساس دلائے ہیں، یہ ضرور ہے کہ نکل صاحب اُن شعراء میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو گرد و پیش کے پُر آشوب واقعات کو شدت سے اور سچائی سے پیش کرتے ہیں اور ہر صورت روایت نوازی کا حق ادا کرتے ہیں۔

چند اشعار مندرج ہیں، یہ لفظوں اور پیکروں کے ارتباط سے اُن کے داخلی وجود کی تہہ داری اور لفظ و بیاں سے گہری معنویت کا پتہ دیتے ہیں۔

لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر !!

اُبھرتا ہی نہیں ہے کوئی پیکر !!



چوم کے پتھر آئینے کو توڑ دیا اک بالک نے
اپنے آپ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اک بالک نے



مچھلیاں پانی میں جل کر رہ گئیں
اور چٹانوں کا دل کجلا گیا



آج ہر سمت پھول برسے ہیں
آج وہ آس پاس بیٹھا ہے



چھو لے تو تو شہد سا بیٹھا دریا ہوں
ورنہ میں اک جلتی آگ کا صحرا ہوں



ہے سارا محن روشن قہقروں سے
طلاطم ظلمتوں کا گھر کے اندر



کچھ اس مجموعے کے بارے میں

جناب خورشید بیکل کے اردو کلام پر مشتمل مجموعہ جس کا نام ”ابر نیساں“ ہے اور جو طباعت کی منزلوں سے ہمکنار ہونے کیلئے تیار ہے۔ اس وقت میرے سامنے ہے۔ خورشید بیکل کا تعلق ایک مردم خیز خطۂ زمین جس کو تھنہ منڈی کہتے ہیں اور جس کی شہرت کی کئی ایک وجوہات ہیں خصوصاً ایک یہ کہ اگر آپ حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو خواص و عام شاہدرہ شریف کے نام سے جانتے ہیں، کی زیارت کرنا چاہیں تو آپ کو اسی قصبے سے گذر کر جانا ہوگا۔ دوسری وجہ اس کا فطری حسن اور جانفزا آب و ہوا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ قدیم مغل روڈ پر واقع ہونے کی وجہ سے نہ صرف خود تاریخی اہمیت کا حامل ہے بلکہ نوری چھم، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ جہانگیر کی ملکہ نور جہاں وہاں کشمیر آتے جاتے اکثر آبشار کے نیچے نہایا کرتی تھی اور بادشاہ ایک مخصوص جگہ بیٹھ کر مختلف زاویوں سے اس منظر کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ اس مقام تک بھی اگر آپ جانا چاہیں تو اسی قصبے سے گذر کر جانا پڑتا ہے۔ اگر چاہ دوسرے راستوں سے بھی وہاں پہنچنے کی سہولیات میسر ہیں۔

اسی تاریخی اور فطری حسن سے معمور مقام سے خورشید بیکل کا تعلق ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ خورشید بیکل اپنے خاندان کے پہلے فرد نہیں جنھوں نے اردو شاعری سے ناتا جوڑا ہے۔ اُن کے خاندان میں ایک طویل عرصے سے یہ روایت چلی آرہی ہے۔ اُن کے ایک بزرگ جو عبد متخلص کیا کرتے تھے کی اُن کے ہمعصر نادر شاعر چراغ حسن حسرت سے چشمک تھی۔ جس کا اظہار دونوں اکثر شعر کی صورت میں کیا کرتے تھے اُن کا قلمی بیاض آج بھی اُن کے خاندانی تہرکات میں موجود ہے۔ میں نے یہ بیاض تقریباً تیس

سال قبل انھیں کی وساطت سے دیکھا تھا۔ عبد کا ذکر میرے ڈی لٹ کے مقالے میں موجود ہے۔ جو چھپ کر خاص و عام تک پہنچ چکا ہے۔ خاندان میں شعری روایت اگر تو اتر سے چلی آ رہی ہو تو پھر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ غیر شعوری طور پر بھی کچھ کہہ دیں تو وہ موزوں طبع کا پتہ دیتا ہے۔ اس کا ثبوت بیکل کے اسی مجموعے میں بیان کردہ اُس واقع سے مل سکتا ہے جو ایک حمد کی تخلیق کا موجب بنا۔ اس واقع کو بیان کرتے ہوئے بیکل لکھتے ہیں ”۳۳ راگست ۱۹۸۶ء کو طویل والد محترم سے میں نے اُن کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب فرمایا انہی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے اس موزوں جملے یا مصرعے نے اس حمد کی تحریک کا کام کیا جس کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

ساری ہے حمد تیری ساری تیری ثناء ہے
رحمت کی تیری بے شک کوئی نہ انتہا ہے

تجھ سے ملی بشر کو منزل بھی آگئی بھی !
ظلماتِ یاس میں تو امید کا دیا ہے !!

ہم سب ہیں تیرے بندے مالک ہے تو ہمارا
”راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے“

شعری مجموعے میں ابتدا جو کلام شامل کیا گیا ہے اُس میں حمدیہ منظومات کے علاوہ ایک حمدیہ ماہیہ، ایک مناجات، نعتیہ نظموں اور نعتیہ غزلوں کے علاوہ عظمتِ رمضان، ماہِ رمضان کی برکتیں، لیلۃ القدر، عقیدت کے جوہر سے معمور نظر آتی ہیں۔ اسی وجہ سے نظم کے جذباتی و فکری ارتقاء میں وہ روانی دکھائی دیتی ہے جو بصورتِ دیگر ممکن ہی نہیں ہوتی۔ بیکل اپنے موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتے چلے

جاتے ہیں کہ کہیں فکری یا جذباتی خلوص و صداقت میں کمی نہیں آتی بلکہ جذبے کا خلوص ارتقاء کی طرف مائل رہتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا
کون تیرے سوا، اے خدا، اے خدا
ماہ و انجم ترے، عرش سب ہے ترا
بحر و برہیں ترے، فرش سب ہے ترا
سب تر، سب تر، سب تر، سب تر
اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا



سارے در بند ہوں تو ہونے دے باب اپنا تو رکھ کھلا مولا
پاک، بھارت میں دوستی کر دے میرے کشمیر کو، چا مولا



آؤ آؤ مدینے چلیں ہم، پیاس قلب و نظر کی بجھانے
لطفِ فردوس ملتا ہے جس جا، سچ تو یہ ہے نظارہ وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے



یہ کا رگا و حیات ساری
ترے لئے ہی رواں دواں ہے
ترے لئے ہی رونقیں ہیں ساری
ترے لئے ساری رفعتیں ہیں
ترے لئے یہ جہان سارا



اے سوختہ جاں لوگو! طیبہ میں چلے آؤ
رحمت کی برستی ہے برساتِ مدینے میں

گر قرب محمد (ﷺ) کا تحفہ مجھے دے یارب
مل جائے گی جنت کی سوغات مدینے میں



مہی مکرم ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
بعدِ خدا ہے تو ہی مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
شمس و قمر ہیں تجھ پہ قرباں
جن و ملائک تیرے درباں
تیرا ثنا خواں عالم عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

ان ابتدائی منظومات کے بعد غزلیات کو شامل کیا گیا ہے۔ غزل اردو شاعری کی
معراج ہے اس میں جہاں حسن و عشق کے معاملات کو پیش کیا جاتا ہے جو اس کا محبوب
ترین موضوع ہے وہاں زندگی کے دوسرے پہلوؤں کی بھی بھرپور ترجمانی کرنے کی
کوشش کی جاتی ہے۔ خصوصاً جدید غزل نے تو اپنے روایتی موضوع سے ہٹ کر ہی اپنی
کائنات تشکیل دینے کی کوشش کی ہے۔ بکس نے بھی غزل کے روایتی موضوع سے
قدرے ہٹ کر زندگی کے اُن تمام پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے جس سے وہ عبارت
ہے اور جس کو دیکھے اور سمجھے بغیر اُس کے حقائق تک رسائی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ ان
غزلوں کا اہم ترین پہلو وہ تفکر ہے جو قاری کو غور و خوض کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ
رک کر شاعر کی روح میں اترتے ہوئے اُس کو ہر مراد تک پہنچنے کی تحریک بھی دیتا ہے جو
در اصل شاعر کا عندیہ ہے۔ مجموعے میں شامل پہلی ہی غزل کے یہ اشعار دیکھئے۔

ادراک ہی بے بس تھا، کچھ بھی نہ سمجھ پایا
آنے کا ہے کیا مطلب، کیوں لوٹ کے جانا ہے

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو؟
مٹی کے کھلو نے تھے، مٹی ہی ٹھکانا ہے



جینا کسے کہتے ہیں آخر جو سمجھ آیا
”اگ کا دریا ہلر ڈوب کے جاتا ہے“



ہے کاوش لا حاصل، انسان کی ہر کوشش
کہتے ہیں سکوں جس کو اک خواب سہانا ہے



ان اشعار کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زندگی کے گہرے شعور نے بہل کو
بہت سے ایسے حقائق تک پہنچا دیا ہے۔ جن تک انسان زندگی کی بھٹی میں تپنے کے
بعد ہی پہنچ پاتا ہے۔ زندگی کے یہ ٹھوس حقائق ایسے نہیں ہیں کہ اُن تک کسی نے پہلی بار
رسائی حاصل کی ہو لیکن اُس کے لہجے میں جو ایک صوفیانہ انجذاب پیدا ہو گیا وہ بیانیہ
ہوتے ہوئے بھی متاثر کرتا ہے۔ اس انجذاب کو تفکر کی آماجگاہ نے اگر دو آتشہ نہیں تو کم
سے کم آتش زہر پاک کی کیفیت سے ضرور آشنا کر دیا ہے۔

معلوماتی و اطلاعاتی دھماکہ خیزی (Knowledge Explosion) نے
اس دور کی زندگی کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا ہے کہ بسا اوقات انسان خود کو ایک ایسی دلدل
میں پھنسا ہوا محسوس کرتا ہے جس سے نہ تو وہ نکل سکتا ہے نہ اُس میں غرق ہو سکتا
ہے۔ ”نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن“ والی کیفیت سے خود کو دوچار پاتا ہے۔ اس دور

میں انسان کی حالت یہی ہے۔ شاید اسی لئے فراق بھی یہ کہہ بنا نہ رہ سکا
اس دور میں زندگی بشر کی بیمار کی رات ہو گئی

اقدار کی شکست نے زندگی کی بے معنویت کے احساس کو جس طرح عام کرنے
کی کوشش کی ہے اُس سے پہلے بھی متاثر ہوئے نظر آتے ہیں گو وہ نامساعد حالات کے
سامنے سرنگوں نہیں ہوتے ایسا اگر ہوتا پھر وہ یہ جاننے کی کوشش کبھی نہ کرتے کہ ایسا کیوں
ہے؟ نہ وہ اپنے عمل کا محاسبہ کرتے نہ اپنے ارد گرد کے ماحول پر نگاہ ڈالتے، اُسے سمجھنے کی
کوشش کرتے۔ اُن کا یہ رویہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ابھی وہ زندگی سے قطعی طور مایوس
نہیں ہوئے۔ دور وجود کے نہاں خانے میں کہیں کوئی دیا ابھی ٹٹم رہا ہے۔ جو غور و خوض
کی ترغیب دیتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

سمندر خامشی کا شش جہت ہے
اُبھرتا، ڈوبتا رہتا ہوں اکثر!
مری آنکھوں میں ہے خواب پریشاں!
عجب ہے میری بیداری کا منظر!
ہے سارا صحن روشن ققموں سے
طلطم ظلمتوں کا گھر کے اندر!
سوانیزے پہ سورج آ گیا ہے
ہوئی ہے زندگی مانند محشر!

انسانی معاشرے کی تشکیل میں انسانی رشتے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی

لئے کبھی آسمانی صحیفے اُن کی اہمیت پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ لیکن کچھ رشتے وہ بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق صرف انسان کا اپنی ذات سے ہوتا ہے جو براہِ راست تو سماج کی تہذیب میں کردار ادا کرتے نظر نہیں آتے لیکن غور کیجئے تو یوں لگتا ہے جیسے معاشرے کی تہذیب و ترتیب میں وہ بھی کوئی کم اہم کردار ادا نہیں کرتے۔ معاشرے کی تشکیل کا منبع اگر انسان ہے تو ذات سے رشتوں کا محور بھی انسان ہی ہے پھر دوئی و بعد کیا؟ لیکن انسان کی زندگی میں کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کی زہرتابی سے بچنے کیلئے مجاز کا سہارا لینے کیلئے خود کو مجبور پاتا ہے۔ ذات کے آئینے میں اُسے جو عکس دکھائی دیتے ہیں وہ اتنی ہولناک صداقتوں کو لئے ہوتے ہیں کہ وہ اُن کی جگہ مادی اور عبوری صداقتوں کے سائے میں پناہ لینا بہتر سمجھتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ فریب اُسے کہیں کا نہ رکھے گا وہ اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان اشعار میں بسمل نے اسی انسانی حقیقت کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

چوم کے پتھر آئینے کو توڑ دیا اک بالک نے

اپنے آپ سے مانا جلنا چھوڑ دیا اک بالک نے

آگے اونچی دیواریں ہیں پیچھے گرد اڑاتی راہ

کیسے موڑ پھلا کر بسمل چھوڑ دیا اک بالک نے

زندگی کی وہ قدریں جو اسے وزن و وقار عطا کرتی ہیں جب گہنا جاتی ہیں یا جب آدمی کا یقین اُن سے اُٹھ جاتا ہے تو اس تبدیلی کا منفی اثر فطرت کے نظام پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اس کائنات کی تشکیل انسان کے لئے ہی تو کی گئی ہے۔ وہی تو اشرف المخلوقات اور مرکز کائنات ہے۔ ہمارے دور میں زمینی و ماحولیاتی عناصر میں جو تبدیلی

رو نما ہوئی ہے اُس کی بنیادی وجہ آدمی کا اپنے منصب سے ہٹنا ہی تو ہے۔ دیکھئے اس حقیقت کی طرف بکل کس خوبصورتی سے اشارہ کرتے ہیں۔

کوئی بادل اس طرف سے کیا گیا
ہر کلی ہر شاخ کو ایتلا گیا
مچھلیاں پانی میں جل کر رہ گئیں
اور چٹانوں کا دل کجلا گیا



چاند سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں
غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعمیریں غلط



جی چاہے جیسے جو بھی کئے جاؤ دوستو!
بستی میں کوئی فعل نہ معیوب رہا ہے



یوں تو زندگی بذاتِ خود کسی المیے سے کم نہیں ہے اس پر اگر انسان نظر پینی اور
دل و جود تک اُترنے کی قدرت بھی رکھتا ہو تو وہ یعنی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ بکل
کے یہاں یہ کیفیت بھی جاری و ساری نظر آتی ہے اُن کی شاید ہی کوئی غزل ایسی ہو
جس میں یہ ایک طرح کی خنکی محسوس نہ کی جاسکتی ہو زندگی کے گہرے شعور میں اس خنکی
میں اور بھی شدت پیدا کر دی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

دوستو! کیسے کہوں کیسی قیامت ہو گئی
زندگی جو بھی ملی وقفِ ملامت ہو گئی

ٹہنی ٹہنی پھول خوشیوں کے تلاشے تھے مگر
ہر قدم پر خار پائے اور ندامت ہو گئی



اس طرح اب خموش ہوں بہت
اک شکستہ ستار ہوں گویا



غم کی ایسی ہوا چلی بہت
شہر سارا اداس بیٹھا ہے



ندرات ہی کا سکون ہے باقی نہ دن کی راحت رسائیاں ہیں
زمانہ گزرا میں پھر رہا ہوں گلی گلی میں خیال ہو کر



اب کے موسم کیا رنگ لایا
ہر گل پر کاٹنا اُگ آیا
کیوں آنکھیں ویرانے ڈھونڈیں
کیوں بہتی سے جی گھبرا یا
مایوسی، محرومی منزل
ہم نے کیا رستہ اپنا یا



کس لئے رکھا تھا میری داستان کو نام تمام
کیوں لکھا ہے ریت کی تختی پہ تو نے میرا نام

میں تو اپنی بھول سے دلدل میں آکر پھنس گیا
دیکھتے ہو تم تماشا بیٹھ کر بالائے بام



جدیدیت نے جس نئی حسیت کو جنم دیا تھا اس نے عالمی ادب کے ساتھ ہی
ساتھ اُردو ادب کو بھی متاثر کیا اور کم و بیش بیس برس تک اردو شعر و ادب میں ایسے ایسے
تجربے کرائے جو مثبت ہو یا منفی پر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ انھوں نے کچھ ایسے فن
پارے بھی اردو ادب کو دیئے جو اب ہماری ادبی تاریخ کا حصہ ہیں اور جن سے کوئی
صرف نظر کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اس جدید حسیت نے موضوعاتی ہی نہیں لسانی سطح پر بھی
ایسے لہجے کو یا شعریات کو پروان چڑھایا جو متاثر کئے بنا نہیں رہتا ایسی شعریات کا
احساس ہمیں بیکل کے ان اشعار کو پڑھتے ہوئے ہوتا ہے۔

گھر میں جب بگھر رہتے ہیں روتے بام و در رہتے ہیں
بیکل خود سے بھی چھپتا ہوں شیشے نے چہرا دکھلایا
ساری فصلیں زہریلی ہیں کھیتوں میں کیا ناگدہ ہیں

غزلوں کے علاوہ اچھی خاصی تعداد نظموں کی بھی اس مجموعے میں شامل ہے۔
موضوعاتی اعتبار سے ان میں بھی خاص تنوع ہے مثلاً کچھ نظمیں اگر حسنِ فطرت (دہرہ گلی
کے نام، پیڑ، برف باری، شجر، بہار کا موسم) سے متعلق ہیں تو کچھ سماج میں ہو رہے خون
خرابے کو موضوع بناتی ہیں۔ ان میں ”ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا“ اور ”سرزمین
کشمیر کے نام“ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ کچھ سماجی بُرائیوں کے انسداد پر مبنی ہیں جیسے
”سگریٹ نوشی، نقل کے خلاف صدائے احتجاج“ ایک دو نظموں میں اتفاق و اتحاد کی

برکتوں کو موضوع بنایا گیا ہے چند تہنیتی اور رثائی ہیں۔

مجموعی اعتبار سے بے کل نے انھیں اچھی طرح نبھانے کی کوشش کی ہے ہاں اُن نظموں میں روانی زیادہ ہے جن کا تعلق حالات حاضرہ سے ہے۔ کچھ نمونے پیش کرتا ہوں۔

راہ گیروں کے تڑپتے ہوئے لاشے دیکھوں

راتِ دن خوں میں نہائی ہوئی گلیاں دیکھوں (ہندنامہ)

بادِ صبا و سبزہٗ نورِ ستہ اب کہاں

بارود کا دھواں ہے چناروں کے دیس میں (ایک پہلو۔۔۔۔)

بنے فردوسِ برروئے پھر سے چمن میرا

خدایا آگ کے دریا سے کوئی راستہ دے دے (سرزمین کشمیر کے نام)

کچھ قطعات بھی ہیں جو عصری مسائل کو موضوع بناتے ہیں۔

مثنوی خیر کثیر سے پہلے ”سی حرفی“ کے عنوان سے اردو کلام بھی شامل کیا گیا

ہے۔ اس صنفِ شعر کے بارے میں چونکہ جناب شہباز راجوری کا مفصل نوٹ شامل

ہے اس لئے میں اس کے بارے میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ بے کل نے

اسے بھی خوب نبھانے کی کوشش کی ہے۔

مثنوی خیر کثیر میں کچھ اخلاقی مضامین یا پند و نصائح کو موضوع بنایا گیا ہے۔

تصوف کی چاشنی نے اشعار کی تاثیر میں اضافہ کیا ہے۔ کچھ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

گھر روشن ہوں بن جاتے ہیں دشمن بھی پروانے

تاریکی میں ساتھ رہیں جو وہ سچے یارِ آنے

تنگی طلبی جیون سا تھی اس سے نہ گھبرانا
 چند لمحوں کے موسم بیکل اب آنا اب جانا
 محنت کر کے راکھ جو پاؤ اُس کو امرت جانو
 لوٹ کھسوٹ کے سیم و زر کو زہر قاتل مانو
 بد عملوں کی صحبت سے کب فیض کسی نے پایا
 کیکر پر انگور چڑھائے ہر گچھا زخمایا
 داناؤں نے اس دُنیا سے کب ہے آنکھ ملائی
 اس کے جال میں جو بھی آیا اُس نے لی رُسوائی
 ذاتوں پر جو اتراتے ہیں وہ شیطان کے بھائی
 ان لچروں سے بچ کے رہنا یہ سارے سودائی
 رشتے ناتے جھوٹے بیکل ان پر نہ اترانا
 تنہا آئے تنہا رہنا تنہا ہی ہے جانا

ان اشعار میں بعض ایسے بھی ہیں جن میں ٹھوس تجربات کو بے کم و کاست پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کچھ چہرے ہیں پیارے پیارے ناگ ہیں پر زہریلے
 باطن میں ابلیسی ہیں یہ ظاہر میں شرمیلے
 جیب رکھو گے بھر کے بیکل بنے گا یا زمانہ
 خالی جیب اگر ہو جاؤ گھر پر بھی نہ جانا
 کوئی ظاہر کوئی باطن روئے خلقت ساری
 اس دُنیا میں کون ہے بیکل جو ہے غم سے عاری

جہاں تک شعریات کا تعلق ہے بکل نے اپنے کلام میں اُسی لب و لہجہ کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے جو عوام سے قریب تر ہے۔ اس کی وجہ شائد یہ ہے کہ ان پر پہاڑی اور پنجابی لب و لہجہ کا خاصا اثر ہے غزلیات میں البتہ انھوں نے اُردو کی کلاسیکی روایت سے ہی خود کو قریب رکھنے کی کوشش کی ہے۔ سادگی، غنایت اور شگلی ایسی خصوصیات اُن کے کلام کو تاثیر کے جوہر سے آراستہ کرتی ہیں۔
مجھے امید ہے بکل کا یہ مجموعہ کلام پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔



(ایاز رسول نازکی ۲۵ مارچ ۲۰۱۰ء جموں)

لفظوں کے آس پاس

۲۰۰۴ء کے دوران ریاست جموں و کشمیر کے ایک دُور اُفتادہ اور معاشی اور تعلیمی لحاظ سے نسبتاً کم ترقی یافتہ علاقے پونچھ راجوری کے ضلع راجوری میں حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام گرامی سے منسوب ایک یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ میری نیک بختی تھی کہ آغاز میں ہی یعنی ۲۰۰۵ء میں مجھے اس ادارے کے ساتھ منسلک ہو جانے کا موقع نصیب ہوا۔ میں نے پورے دو سال یعنی ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۷ء تک اس دانش گاہ کے اولین رجسٹرار کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ذاتی طور پر یہ عرصہ میرے لئے اس لحاظ سے کافی اہم رہا کہ اس علاقے کو دیکھنے جانے اور یہاں کے گونا گوں مسائل کو سمجھنے کا موقع نصیب ہوا۔ ساتھ ہی ان دواضلاع میں سکونت پذیر دانشوروں، شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کے ساتھ ذاتی مراسم قائم کر سکا۔ یہ علاقے ہر زمانے میں مردم خیز رہے ہیں اور ایک دور وہ بھی تھا جب ان پہاڑیوں کے درمیان ادب، شاعری، صحافت اور علم کا طوطی بولتا تھا۔ اُردو ادب کے ساتھ کئی بڑے بڑے نام ان ہی بستیوں میں مشہور و معروف ہوئے۔ بہر حال جب میں ان علاقوں میں وارد ہوا تو علم و ادب کی بساط بچھی تھی اور کئی برگزیدہ ادیب اور شاعر اپنی اپنی طرز پر شعر و ادب کی خدمت میں منہمک تھے۔ ان میں کئی نام ریاستی اور ملکی سطح پر بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان حضرات میں خورشید بکشل صاحب کا نام نامی بھی شامل ہے۔ بکشل صاحب پیشے اور (Commitment) کے اعتبار سے سرتلا استاد ہیں اور انہوں نے اپنی پوری زندگی

علم کے نور کو پھیلانے میں صرف کی ہے۔ اُن کی مساعی جیلہ سے ایک خوبصورت دانش گاہ کا قیام عمل میں آیا ہے جہاں بنیادی اور ثانوی درجے کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ اُن کے اس اسکول سے ہزاروں بچے اور بچیاں علم کے نور سے منور ہو کر نکلے ہیں۔ یہاں کے فارغ التحصیل طالب علموں نے خوب نام کمایا ہے۔ خورشید بکسل اچھے اُستاد ہی نہیں شعر و ادب سے بھی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ اور ایک اچھے اور معیاری شاعر ہیں۔ اس بات کا احساس مجھے اُس زمانے میں ہوا تھا۔ وہ اپنے ادارے میں باقاعدگی کے ساتھ ایک بڑا مشاعرہ کرتے رہے ہیں ان مشاعروں میں مجھے بھی شریک ہونے کا موقع ملتا رہا۔ یہاں انھیں سننے کا موقع بھی نصیب ہوا اور گاہے گاہے رسائل میں بھی اُن کا کلام دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ اُن کا ایک باضابطہ ”مجموعہ کلام“ ان صفحات کے ساتھ ہی قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ ان صفحات پر پھیلی ہوئی خالص شاعری کو دیکھ کر میں واقعی دنگ رہ گیا۔ جتنے جتنے سننے اور پڑھنے اور یکجا سارا کلام پڑھنے میں تاثر مختلف ہوتا ہے۔ اس بات کا احساس اس مجموعہ کو پڑھ کر ہوا۔ اس مجموعہ کو دیکھنے سے پہلے میں بکسل صاحب کو ایک شاعر سمجھتا تھا مگر ان کا یہ مجموعہ مطالعہ کرنے کے بعد میں انھیں ایک بہت ہی اچھا منجھا ہوا اور سلجھا ہوا شاعر ماننے اور منوانے پر یقین ہوں۔

انھوں نے لگ بھگ سب ہی مرؤجہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس مجموعہ میں نظموں اور غزلوں کا خاصا انتخاب شامل ہے۔ ان کی نظمیں موضوعاتی ہیں اور سماج میں موجود مسائل سے متعلق ہیں۔ وہ نوجوان نسل کی ذہنی نشوونما کے ساتھ ساتھ

اخلاقی قدروں کی آبیاری کا فریضہ انجام دینے کو اہمیت دیتے ہیں۔ رب کائنات کی حمد و ثناء اور رسول مقبول ﷺ شانِ اقدس میں لکھی گئی نعتیں جہاں شاعری کی عقیدتوں کا واضح اظہار ہیں وہاں وہ شاعر کی شاعرانہ صلاحیتوں کا بھی برملا اعلان ہیں۔ حمد و ثناء اور خاص طور نعت کہنے میں بڑے بڑوں کے پسینے چھوٹتے ہیں اور ”برسرِ تیغ است قلمِ را“ معاملہ قادر الکلام اساتذہ کے ساتھ بھیرا ہوا ہے۔ مگر خورشید بیکل اپنی خالص محبت، عقیدت اور جذبے کی سچائی اور خلوص کی بدولت ان مراحل سے کامیابی کے ساتھ گذرتے نظر آتے ہیں اور کہیں پر بھی کسی حرف یا لفظ کو نشان زد کرنے کا موقع نہیں دیتے۔

میں گنہگار ہوں، میں سید کار ہوں، بحرِ عصیاں میں مولیٰ گرفتار ہوں
گر نہ مجھ کو بچائے گی رحمتِ تری، میرے بچنے کا اب کوئی امکان نہیں
اور پھر نعتِ مصطفیٰ ﷺ میں خورشید بیکل وجد میں آ کر گانے لگتے ہیں۔

☆ مدینے کو جانے کے دن آرہے ہیں مقدر بنانے کے دن آرہے ہیں
یہ اشکِ ندامت بھی موتی بنیں گے یہ آنسو بہانے کے دن آرہے ہیں
☆ اے سوختہ جاں لوگو! طیبہ میں چلے آؤ رحمت کی برستی ہے برساتِ مدینے میں
خورشید بیکل کی موزونی طبع کی جولانیاں اُن کی غزلوں کے اکثر اشعار میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ بیکل بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور ان دو مصرعوں کی جادو بھری کائنات میں ایسے ایسے طلسم خانے آباد کرتے ہیں کہ ان کی سیر کرنے والا سامع یا قاری دیکھتا جاتا ہے، محظوظ ہوتا جاتا ہے اور اپنی حیرت اور تعجب کا سامان مہیا کرتا جاتا ہے۔

کامیاب شاعر کامیاب شعر کہتا ہے اور زیادہ کامیاب شاعر کے ہاں ان اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال خورشید بیکل کا ہے۔ وہ کامیاب غزل گو شاعر کے زمرے میں رکھے جاسکتے ہیں کیوں کہ اُن کی خال ہی کوئی ایسی غزل نشان زد کی جاسکتی ہے کہ جس میں اچھے اشعار کی تعداد قلیل گردانی جاسکے۔

غزلیات کے تحت درج پہلی ہی غزل کا پہلا ہی شعر اس بات کا عندیہ دیتا ہے کہ موضوعات چاہے پُرانے ہی ہوں۔ اُنھیں نئے انداز سے کہنے اور برتنے کا سلیقہ ہی اچھے شاعر کی پہچان ہیں۔

میشاقِ ازل مجھ کو کچھ ایسے نبھانا ہے

آندھی میں مجھے جیسے اک دیپ جلانا ہے

ادراک ہی بے بس تھا کچھ بھی نہ سمجھ پایا

آنے کا ہے کیا مطلب کیوں لوٹ کے جانا ہے

اساتذہ نے یہی مضمون باندھے مگر اپنے اپنے انداز میں۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے

اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

اسی غزل کا یہ شعر حیاتِ انسانی کی بے ثباتی کا ایک خوبصورت زاویہ ہے۔

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو

مٹی کے کھلونے تھے، مٹی ہی ٹھکانا ہے

بایں ہمہ خورشید بیکل کی غزلوں کا موضوع انسانی زندگی کی بے ثباتی نہیں بلکہ انسانی روح اور دل کے اندر پھیلے کرب کے بے آب و گیاہ ویرانے ہیں۔ جن کی آبیاری کا کوئی سامان نہیں۔ خورشید بیکل نہ تو ترقی پسندوں کا ڈھول پیٹتے نظر آتے ہیں اور نہ ہی جدیدی شبستانوں کی آوارہ گردی میں ہی منہمک دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی شاعری اور خاص کر اُن کی غزل کی شاعری میں ایک اپنی ہی فضا قائم ہوئی نظر آتی ہے۔ اور یہی شائد اُن کا خاصا ہے یہی بات انہیں اپنے ہم معصروں سے ممتاز کرتی دکھائی دیتی ہے۔

لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر! ابھرتا ہی نہیں ہے کوئی پیکر!!

سمندر خامشی کا شش جہت ہے ابھرتا، ڈوبتا رہتا ہوں اکثر!

مری آنکھوں میں ہے خواب پریشاں عجب ہے میری بیداری کا منظر!

یہ رنگ بیکل کا سب سے خوبصورت رنگ ہے۔ ان اشعار میں اور اس قبیل کے دیگر اشعار میں یہ شعور اور لاشعور کے درمیانی فاصلوں کی جادہ پیمائی کی سعی ایک کے بعد ایک منظر اور ایک کے بعد ایک پیکر تراشنے میں کامیاب اور کامران ہو جاتی ہے۔

مجھکو ریگ دشت سا تشنہ رکھا اور سمندر کا پتہ دیتا گیا

اس کا تھا یہ فن کہ تھی جادوگری ساری خوشیاں لے کے غم دیتا گیا

سبز اندر سبز باہر تھا بدن حادثوں کی دھوپ میں جھلسا گیا

خورشید بیکل کی غزلوں کا ایک اور رنگ حادثات دہر کی آئینہ بندی کا رنگ ہے، ریاست پچھلی کئی دہائیوں سے جس خاک و خوں کے دریا کو پار کرنے کی سعی کر رہی ہے اس کا سیدھا سیدھا اثر ہر حساس فنکار پر پڑنا لازمی ہے۔ فنکار کوئی جزیرہ نہیں ہوتا جو سمندر کے

پانی سے گھرا ہوا اور اپنی محفوظیت کو بھرم رکھنے کی عیش پرستی پر قادر ہو، فنکار گردوغبار کے صحراؤں کے ساتھ منسلک ایک نخلستان ہو سکتا ہے۔ جس پر ریگستان کی ہر ہوا اور اٹھنے والی ہر یورش کا اثر پڑتا رہتا ہے۔ حالات نے ہمیں جس بے یقینی اور بے ثباتی سے روشناس کرایا ہے اس کی گونج ان اشعار میں صاف صاف سنائی دیتی ہے۔

کیسی تھی یہ نگاہ جو پتھر اگنی مجھے یہ کون مجھ کو نقش باد یوار کر گیا
دیوار و در کی قید میں محفوظ تھا بہت کھڑکی کھلی تو مجھ پہ کوئی وار کر گیا
خبروں کا موقع آیا ہے اپنے رنگ اڑتے جاتے ہیں

اور اس صورت حال کی توجیہات ڈھونڈنے کا مرحلہ بھی سامنے آتا رہتا ہے۔
اور بنیادیں ہی لڑکھڑاتی محسوس ہونے لگتی ہیں۔

چاند سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں

غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعمیریں غلط

خورشید بیکل پل بھر کیلئے حالات سے سمجھوتا کرنے پر بھی راضی نظر آتے ہیں مگر یہ

کیفیت بہر حال پل بھر کیلئے ہی ہوتی ہے۔

☆ توڑ ڈالے سب عزائم خامشی میں گم ہوئے

ختم میرے شہر والوں کی شکایت و گئی

☆ خود سے خود کو چھپائے پھرتا ہوں

خود سے ہی مستعار ہوں گویا

☆ غم کی ایسی ہوا چلی بیکل

شہر سارا اُداس بیٹھا ہے

مگر خورشید بیکل اداسی اور روپوشی کے ان مراحل کو خیر باد کہتے ہیں اور دلدل کو پار کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں۔

میں لڑ رہا ہوں بلا توقف میں گرنہ جاؤں نڈھال ہو کر
اور جو بالائے بام تماشا دیکھنے میں ہی خوش ہیں ان سے بھی بھڑ جانے میں عار نہیں۔

میں تو اپنی بھول سے دلدل میں آ کر پھنس گیا
دیکھتے ہو تم تماشا بیٹھ کر بالائے بام
میرے پیارے جگنوؤ تم پھر کبھی آنا! دھر
میرے کھیتوں میں نہیں آتی ہے بساوان کی شام

امید و بیم کی یہی کیفیت دراصل شاعری کیلئے موافق ماحول مہیا کرتی ہے اور ان
ہی کیفیات کی آئینہ بندی کرنے میں خورشید بیکل کو یدِ طولیٰ حاصل ہے۔

دروازوں کو بند نہ سمجھو، لوگ چھپے اندر رہتے ہیں
باغ کی ٹہنی ٹہنی دیکھی، سب سب طائر رہتے ہیں
پریوں نے پیچھا چھوڑا ہے، ہم بھی اپنے گھر رہتے ہیں

موقع محل نہیں کہ ان تعارفی کلمات میں تفصیل بیان کی جائے ورنہ یہ تذکرہ طویل
ہوگا۔ اکتفاء اس پر کہ خورشید بیکل کا یہ مجموعہ ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کا احاطہ کرنے میں بے
حد کار آمد ثابت ہوگا اور سچے شعروں کو پرکھنے والے ان اشعار کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

بیکل ترے کلام میں پیچیدگی نہ تھی
لفظوں کے آس پاس معانی کو دیکھتا



حمد باری تعالیٰ

حمد ہے سب تری سب ثنا ہے تری، اے خدا تجھ سا کوئی بھی رحماں نہیں
قبر میں تو مرا، حشر میں تو مرا، اے خدا تجھ سا کوئی نگہباں نہیں

میں گنہگار ہوں، میں سیہ کار ہوں، بحر عصیاں میں مولیٰ گرفتار ہوں
گر نہ مجھ کو بچائے گی رحمت تری، میرے بچنے کا اب کوئی امکاں نہیں

علم آسان کر جہل کا نور کر، دور دُنیا سے شیطان کا جال کر
راہ سیدھی دکھا ساری دُنیا کو تو، اِس سے بڑھ کر کوئی اور احساں نہیں

چار سو ظلمتیں، نفرتیں، شورشیں، حق کی خاطر ہیں یاں بن رہی سازشیں
رحمتِ حق ذرا ناؤ کو تھامنا، کوئی طوفاں ترے پیش طوفاں نہیں

کیسے بے گل حزیں تیرے دربار میں، سر میں سودا لئے، غرق افکار میں
یوں تڑپتا رہے، یوں ترستا رہے تیری رحمت کے ہر گزیہ شایاں نہیں





اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا
 کون تیرے سوا، اے خدا، اے خدا
 ماہ و انجم ترے، عرش اعظم ترا
 بحر و بر ہیں ترے، فرش خاکی ترا
 سب ترا، سب ترا، سب ترا، سب ترا
 اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا
 اک نظر کر ادھر، دیدے اذن سحر
 راستہ بھی دکھا، مختصر کر سفر !!
 ہاتھ تیرے بقا، ہاتھ تیرے بقا
 اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا
 بچ گیا غم سے وہ، ٹل گئیں آفتیں
 آگیا در پہ جو مل گئیں منزلیں
 مجھ کو بھی ہو عطا، مجھ کو بھی ہو عطا
 اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا
 بارگاہ میں تری، ہو گئی حاضری
 اپنے بسمل کو دے اک نئی زندگی
 سن لاس کی دعا، سن لاس کی دعا
 اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا





اے خدا ہے یہ سب کمال ترا
شش جہت حسن بے مثال ترا
جو بھی میرا ہے سب ہی تیرا ہے
میری یہ جان، اور مال ترا
بحر و بر سب فنا کی جانب ہیں
صرف ہے نام لازوال ترا



کس طرح میں کروں شکر اے خدا تیرا
کائنات کو کیسے اُتاروں ذرے میں؟
بتا!!!
سمندروں کو سیاہی میں کس طرح بدلوں؟
درختوں سے کیسے بناؤں قلم؟
ہزاروں ہاتھ میں لاؤں کہاں سے رب جلیل؟
ملے گا ورق کہاں سے کہ جس پہ لکھوں کچھ؟
قیام جامعہ کا تذکرہ عظیم ترین
مجھے تو شکر کے الفاظ ہی نہیں ملتے
مجھے تو شکر کے الفاظ ہی نہیں ملتے

نوٹ:- ۱۵ دسمبر ۲۰۰۵ء کو بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کے دوسرے یوم تاسیس پر یہ نظم شکرانہ

لکھی گئی اور تقریب میں پڑھی بھی گئی۔



ساری ہے حمد تیری ساری تری ثنا ہے
رحمت کی تیری بے شک کوئی نہ انتہا ہے

راہِ ہدئی کا ہم کو انعام تو عطا کر
ارض و سما کے مالک تیرا ہی آسرا ہے

تجھ سے ملی بشر کو منزل بھی آگئی بھی !
ظلماتِ یاس میں تو امید کا دیا ہے !!

علم و عمل کی مشکل آسان کر خدایا !
اعلیٰ شعور دیدے اپنی یہی دُعا ہے

ہم سب ہیں تیرے بندے مالک ہے تو ہمارا
”راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے“

نوٹ:- ۳۱ اگست ۱۹۸۶ء کو طویل والد محترم سے میں نے اُن کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب فرمایا ”راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے“
’اکی طرح میں یہ حمد لکھی گئی ہے۔



تعریف تری ساری
سارے جہانوں پر
تیرا فیض رہے جاری

جو چاہے بناتا ہے
تو ہنسی ڈھونڈتا ہے
تو ہی پار لگاتا ہے

دن ہو گا قیامت کا
تیری بلندی کا
اور میری ندامت کا

رنگ تیرے نیارے ہیں
تیرے سبھی موسم
سب تیرے نظارے ہیں

اک تیرا سہارا ہے
ناؤ مری تو ہے
اور تو ہی کنارہ ہے

راہ سیدھی چلا مجھ کو
جن سے خفا تو ہے
تو اُن سے بچا مجھ کو



مناجات

صرف تجھ کو ہی دوں صدا مولا
 تجھ سے ہے یہ مری دُعا مولا
 مدتوں سے ہے آرزو میری
 حج مقبول پہ بلا مولا
 شامِ بطحا نصیب کر مجھ کو
 اور طیبہ میں تو جگا مولا
 میری منزل قریب تر کر دے
 راہِ سیدی مجھے دکھا مولا
 سارے در بند ہو ں تو کیا پرواہ
 بابِ اپنا تُو رکھ کھلا مولا
 پاک ، بھارت میں دوستی کر دے
 میرے کشمیر کو بچا مولا
 برگِ گل پہ رہے بہارِ سدا
 باغِ رکھنا ہرا بھرا مولا
 دستِ بستہ ہے ہاتھیِ لبّکل
 میرے افسوس کو دے شفا مولا

سے برادر محترم اقبال نازش صاحب کا بیٹا



نعتہائے رسول مقبول ﷺ

مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے
ڈوبتوں کا کنارہ وہی ہے، بے کنوں کا سہارا وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

ربِّ عزت سے ہم کو ملایا، راستہ گرہوں کو دکھایا
جس نے ہم کو سنوارا وہی ہے، جس نے ہم کو نکھارا وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

ظلمتیں سب مٹا دیں جہاں کی روشنی کے سمندر بہائے
چاند سورج ہیں دربان جس کے عرشِ اعظم کا تارہ وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

آؤ آؤ مدینے چلیں ہم، پیاسِ قلب و نظر کی بجھانے
لطفِ فردوس ملتا ہے جس جا، سچ تو یہ ہے نظارہ وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

اک حقیقت یہ کہہ دیجئے بیکل، کوئی مانے اسے یا نہ مانے
میرے آقا کو چاہا ہے جس نے میرے مولیٰ کا پیارا وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے



ہزاروں انجم ہیں کہکشاں میں
نہ تجھ سا کوئی گھر ستارہ
نہ تجھ سا کوئی گھر ستارہ

☆ ہے تو ہی یسین ، تو ہی منزل
☆ ہے تو ہی ظہ ، تو ہی مدثر
تیرے ہی چرچے ہیں لامکاں میں
بشر تو ایک لا مثال ایسا
خدا نے جس پہ قرآن اتارا

☆ یہ کار گاہ حیات ساری
ترے لئے ہی رواں دواں ہے
ترے لئے ہی رونقیں ہیں ساری
ترے لئے ساری رفعتیں ہیں
ترے لئے یہ جہان سارا

☆ تمام بندے تھے گردشوں میں
تھے ظلمتوں میں ، تھے اُچھڑوں میں
نہ کوئی ساجھی نہ کوئی رہبر
نہ کوئی جاوہ نہ کوئی منزل
بس ایک ناؤ تھے بے کنارہ

☆ ہمیں خدا سے ملایا تو نے
گرے ہوئے تھے ، اُٹھایا تو نے
سلیقہ بخشا ہے زندگی کا
شعور پایا ہے بندگی کا
یہ حق ہے بس تو نے ہی نکھارا

☆ تو ذکر فکر رسول ﷺ کر لے
تو سترے بس میں نہیں ہے بے
تو کلم تو کیا سکتیں نہیں ہے
وہ اک سمندر جس کا کوئی کنارہ
نہیں ہے



مدینے کو جانے کے دن آرہے ہیں
 مقدر بنانے کے دن آرہے ہیں
 خوشا یہ سعادت کہ آقا (ﷺ) کے در پر
 غمِ دل سنانے کے دن آرہے ہیں
 یہ حسرت تھی مدت سے بطحا کو دیکھیں
 یہ حسرت مٹانے کے دن آرہے ہیں
 اجی خانہ کعبہ کی رعنائیوں میں
 دل و جاں سجانے کے دن آرہے ہیں
 سبھی اُبھنیں ہم یہیں چھوڑ جائیں
 کہ سب کچھ بھلانے کے دن آرہے ہیں
 جہاں رحمتوں کا نزول مسلسل
 وہاں جانے آنے کے دن آرہے ہیں
 جہاں بادشاہ خاکروبی ہیں کرتے
 وہاں سر جھکانے کے دن آرہے ہیں
 نہائیں گے زمزم سے ، زمزم پیئیں گے
 شفا یاب ہونے کے دن آرہے ہیں
 زیاں ہی زیاں ہر قدم پر ہوا ہے
 پر اب کچھ کمانے کے دن آرہے ہیں
 یہ اشکِ ندامت بھی موتی بنیں گے
 وہ آنسو بہانے کے دن آرہے ہیں
 کرو شکر بیکل خدائے جہاں کا
 امیدیں بر آنے کے دن آرہے ہیں





دل کے تو بدلتے ہیں حالات مدینے میں
 کچھ اور ہی ہوتے ہیں جذبات مدینے میں
 اللہ کی عنایت سے میں دوڑا چلا آیا
 آنے کی نہ تھی ورنہ اوقات مدینے میں
 اے سوختہ جاں لوگو! طیبہ میں چلے آؤ
 رحمت کی برستی ہے برسات مدینے میں
 گر قرب محمد (ﷺ) کا تحفہ تو مجھے دے دے
 مل جائے گی جنت کی سوغات مدینے میں
 وہ جس کی ثناء خواں ہے خود شانِ خدا وندی
 جس سے ہے جہاں روشن وہ ذات مدینے میں
 بیکل سے نہ پوچھو تم رودادِ سفر یارو
 تم کو بھی خدا دے دے اک رات مدینے میں

نوٹ:- سال ۸۰۰ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور مدینہ طیبہ کی
 حاضری کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں گلدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھ کر یہ کلام تخلیق ہوا۔



رہبر عالم، ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
 بعد خدا تو سب پہ مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
 شمس و قمر ہیں تجھ پر قرباں
 جن و ملائک تیرے دریاں
 ”تیرا ثنا خواں عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم“
 بے مثل دیکھی زیبائی تیری
 بے مثل پائی گویائی تیری
 تیرا ہی کوثر، تیرا ہی زم زم صلی اللہ علیہ وسلم
 سب نبیوں میں تو ہے افضل
 شان ہے تیری کامل و اکمل
 ذات ہے تیری خیر مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
 تیرا سراپا ہے یکتائی
 شجر و حجر دیں اس کی گواہی
 ارض و سما میں تیرا دم خم صلی اللہ علیہ وسلم
 تجھ سے زمیں ہے تجھ سے زماں ہے
 تیرے لئے ہی سارا جہاں ہے
 عرش بریں پر تیرا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
 قبر مذلت میں تھا انساں
 تو نے بنایا صاحب ایماں
 درد کا تو نے بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
 بسکل پھر سے طیبہ جاؤں
 جا کے وہاں، نہ لوٹ کے آؤں
 گنبد خضریٰ دیکھوں ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم



جب سے دیکھا ترا آستاں مل گیا جیسے سارا جہاں
تاج آنکھوں میں جچتے نہیں دیکھ کر تیرا سادہ مکاں

عرش پر تیری محفل سبھی جست میں تیری کون و مکاں
تیری عظمت ہو کیسے بیاں میں ہوں بے بس، ہے تو بے کراں

حق ادا زندگی کا کروں تجھ پہ صدقے مرا مال و جاں
مرکز آرزو تو رہے ورنہ سارا زیاں ہی زیاں

میں ہوں خورشید، احمد ہے تو آگ پر جیسے ہو ساہاں
حشر تک اب کوئی ڈر نہیں میرا بے مثل ہے پاساں

ذکر طیبہ یا بطحا سنیں جن کے کوچے ہیں باغِ جہاں
گو بگو نور ہی نور ہے جیسے دھرتی پہ ہو کہکشاں

نعت لکھی تو بہل گئے

شش جہت جیسے ہو گلستاں



عظمتِ رمضان

رحمتوں ، برکتوں کا خزانہ ہے تو
کیا مبارک مبارک مہینہ ہے تو

چار سو نور کی بارشیں دم بدم
تاجِ خیرالوری کا گنینہ ہے تو

سنگِ ریزے ہیں کندن ترے ہاتھ میں
انبیاءؑ ، مرسلینؑ کا قرینہ ہے تو

عرش پر روزہ داروں کا ذکرِ جمیل
رفعتوں ، عظمتوں کا وہ زینہ ہے تو

بحرِ عصیاں سے بچ کر نکل جائیں گے
عاصیوں کیلئے وہ سفینہ ہے تو

اہلِ دل کی نگاہوں کا تو نور ہے
باغیوں کیلئے دردِ سینہ ہے تو

تذکرہ تیرا بسکلِ دوا می کرے
بے پناہ حکمتوں کا دھینہ ہے تو

ماہِ رمضان کی برکتیں

ہدایت کی جانب بلاتا ہے رمضان
صحیح راہ پہ ہم کو چلاتا ہے رمضان

سراپا مجسم کرے رحمتوں سے
ہمیں اپنے رب سے ملاتا ہے رمضان

نمودِ سحر ہو یا شب کی ہو آمد
مبارک مناظر دکھاتا ہے رمضان

بڑھا کر بصیرت ، عزیمت ہماری
گناہوں سے ہم کو بچاتا ہے رمضان

دل و جاں سے رمضان کی راہیں سجاؤ
کہ پیغامِ جنت سناتا ہے رمضان

قرینے سے ہو صوم کا درک بیکل
ہمیں بشرِ کامل بناتا ہے رمضان



لیلة القدر

انوار جس میں پنہاں وہ رات آرہی ہے
اللہ جس پہ نازاں وہ رات آرہی ہے

وہ جس کے راستوں کو نکلتے تھے شاہِ خواہاں
جو شانِ ماہِ رمضاں وہ رات آرہی ہے

جنت کی ساعتیں ہیں جس کا ہر ایک لمحہ
نازل ہے جس میں قرآن وہ رات آرہی ہے

آئے گی قدسیوں کی بارات آنگنوں میں
اہلِ نظر ہیں شاداں وہ رات آرہی ہے

راہوں میں ماہِ و انجم آنکھیں بچھا رہے ہیں
ہے جس پہ مہرِ قرباں وہ رات آرہی ہے

جس کی جکو میں ہو گی برساتِ رحمتوں کی
ہر درد کی جو درماں وہ رات آرہی ہے

سوغاتِ آنسوؤں کی بیکل تو لے کے آنا
کر دے گی پاک داماں وہ رات آرہی ہے

دعا

بخش دے میرے مالک خطائیں، سب کو پھر اک نئی زندگی دے
جسم و جاں پاک ہو جائیں اپنے، ایسا تو جذبہ بندگی دے

آدمی، آدمی سے گریزاں، چار سو وحشتوں کا ہے ساماں
پھول اُلفت کے ہر ہاتھ میں ہوں، ہر طرف دوستی دوستی دے

خونِ ناحق سے رنگیں زمیں ہے، دھرم ہے بستیوں میں نہ دیں ہے
زندہ کر آدمیت کو پھر سے، سب کو پھر جذبہ آشتی دے

زہر مایا کا ہر سونفضا میں، آگ پوشیدہ بادِ صبا میں
ابرِ رحمت کے ہم منتظر ہیں، چہرے چہرے پہ پھر تازگی دے

علم کے نور سے کر منور، دے ہمیں دولتِ دین و ایماں
اب مظالم تیں سب جہاں کی، ہر طرف روشنی روشنی دے

ختم ہو کلفتوں کا زمانہ، سلسلہ راحتوں کا چلا دے
جس سے راضی ہو تیری خدائی، اے خدا تو ہمیں وہ خوشی دے

ماں کے حضور نذرانہ عقیدت

میری اماں مرے خوابوں کی حقیقت تو ہے
ہوں اگر پھول تو اس پھول کی نکلت تو ہے

میری اماں مری سانسوں میں ترے نغمے ہیں
سچ تو یہ ہے مرے لفظوں کی لطافت تو ہے

میری اماں تجھے دیکھوں تو جہاں کو پاؤں
دل کی راحت میرے چہرے کی بشارت تو ہے

میری اماں مرا ہر کام ہے تجھ سے آساں
میری دولت، میری عزت، میری شہرت تو ہے

میری اماں تجھے اللہ نے یہ رتبہ بخشا
سچ تو یہ ہے میری دنیا مری جنت تو ہے



غزلياں



میثاقِ ازل مجھ کو کچھ ایسے نبھانا ہے
آندھی میں مجھے جیسے اک دیپ جلانا ہے

ادراک ہی بے بس تھا ، کچھ بھی نہ سمجھ پایا
آنے کا ہے کیا مطلب ، کیوں لوٹ کے جانا ہے

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو؟
مٹی کے کھلونے تھے ، مٹی ہی ٹھکانا ہے

جینا کسے کہتے ہیں آخر جو سمجھ آئی
”اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے“

ہے کاوشِ لاحاصل ، انسان کی ہر کوشش
کہتے ہیں سکوں جس کو اک خوابِ سُہانا ہے

اک کربِ مسلسل ہے ، سب مال و متاعِ بے ثلّ
لُٹتا ہے جو پاتا ہے ، یہ قول پُرانا ہے



لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر!
اُبھرتا ہی نہیں ہے کوئی پیکر!!

سندر خامشی کا شش جہت ہے
اُبھرتا، ڈوبتا رہتا ہوں اکثر!

مری آنکھوں میں ہے خواب پریشاں!
عجب ہے میری بیداری کا منظر!

ہے سارا صحن روشن قہقموں سے
طلاطم ظلمتوں کا گھر کے اندر!

سوانیزے پہ سورج آگیا ہے
ہوئی ہے زندگی مانند محشر!

بکھیرے قہقموں کے پھول بیکل!
مگر روتا رہا ہے کوئی اندر!





گردِ راہ بن کے فضاؤں میں بکھر جاؤں گا
اور اک دن میں سمندر میں اتر جاؤں گا

ہے مجھے سرحدِ ادراک سے آگے جانا
کون کہتا ہے کہ موت آئے گی مر جاؤں گا

پھر ترا کام رہے گا میرے سائے کی تلاش
میں اگر شہرِ حتمتا سے گذر جاؤں گا

مجھ کو احساسِ الم ہائے زمانہ کیوں ہو؟
میں بھی تخریب کی بھٹی میں سنور جاؤں گا

کیسا لگتا ہوں یہ پوچھوں گا میں کس سے بےکل
اجنبی آئینے ہو نکلے میں جدھر جاؤں گا





چوم کے پتھر آئینے کو توڑ دیا اک بالک نے!
اپنے آپ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اک بالک نے

چمکیلی منزل کی جانب گاؤں سے بھاگا جاتا تھا
مجھ کو آدھے رستے سے ہی موڑ دیا اک بالک نے

اک پتھر تھارستے میں جو روز مجھے ٹھکراتا تھا
اُس پتھر سے میرا رشتہ جوڑ دیا اک بالک نے

آگے اونچی دیواریں ہیں پیچھے گرداڑاتی راہ
کیسے موڑ پہ لا کر بے کل چھوڑ دیا اک بالک نے

قطعہ

ہے ابھی پھول ابھی شمشیر بنی جاتی ہے
ہے ابھی زہرا بھی اکسیر بنی جاتی ہے

کوئی بھی بات نہیں اس کی یقیں کے قابل
میری میڈم تو کشمیر بنی جاتی ہے





کوئی بادل اس طرف سے کیا گیا
ہر کلی ہر شاخ کو ایٹا گیا

مچھلیاں پانی میں جل کر رہ گئیں
اور چٹانوں کا دل بکلا گیا

مجھ کو ریگ دشت سا تشنہ رکھا
اور سمندر کا پتہ دیتا گیا

اُس کا تھا یہ فن کہ تھی جادو گری
ساری خوشیاں لے کے غم دیتا گیا

سبز اندر سبز باہر تھا بدن
حادثوں کی دھوپ میں جھلسا گیا





تھا با ضمیر جرم کا اقرار کر گیا
بچ و خم نگاہ کو ہموار کر گیا

کیسی تھی یہ نگاہ جو پتھرا گئی مجھے
یہ کون مجھ کو نقش با دیوار کر گیا

دیوار و در کی قید میں محفوظ تھا بہت
کھڑکی کھلی تو مجھ پہ کوئی وار کر گیا

مجھ کو مرے گناہ کی یوں دے گیا سزا
ہر سانس میری باعثِ آزار کر گیا



بات اپنی تولتے اور بولتے
دیکھتے پتھر زبانیں کھولتے

شہر کی ان رونقوں سے دور پار
اپنی تنہائی کا دفتر کھولتے

پیکر ہستی تھا بے نظیر
تم جگر کا خون اس میں گھولتے



جھوٹ نکلے خواب سارے ، ساری تعبیریں غلط
سارے اندازے غلط تھے ساری تفسیریں غلط

مجھ کو وہ الفاظ کے شیشوں میں کیسے ڈھالتا
اُس کی تدبیریں غلط تھیں ، اُس کی تقریریں غلط

خاک جب ہم ہو گئے تو راز یہ افشا ہوا
اُس کے وعدے جھوٹ تھے سب اُس کی تحریریں غلط

چاند ، سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں
غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعبیریں غلط

رنگ اور خاکوں کے رشتے ٹوٹ جائیں گے کبھی
اور پھر ہو جائیں گی بیکل یہ تصویریں غلط





دوستو! کیسے کہوں کیسی قیامت ہو گئی
زندگی جو بھی ملی وقفِ ملامت ہو گئی

ٹہنی ٹہنی پھول خوشیوں کے تلاشے تھے مگر
ہر قدم پر خار پائے اور ندامت ہو گئی

توڑ ڈالے سب عزائمِ خامشی میں گم ہوئے
ختم میرے شہر والوں کی شکایت ہو گئی

رات بھر خوابوں نے بکھل در دسہلائے بہت
صبح کی پہلی کرن سے پھر عداوت ہو گئی





خود سے میں ہمنار ہوں گویا
یعنی اپنا حصار ہوں گویا

اُٹھ رہے ہیں دھوئیں کے مرغولے
ایک جتنا رِگار ہوں گویا

بند آنکھوں کا جاگتا منظر
آسمانوں سے پار ہوں گویا

خود سے خود کو مٹھپائے پھرتا ہوں
خود سے ہی ستعار ہوں گویا

اس طرح اب نموش ہوں بے تَل
اک شکستہ ستار ہوں گویا





سورج خوشی سے لال ہوا ڈوب رہا ہے
شائد کہ آج اس کا سفر خوب رہا ہے

کیوں پھینکتے ہو سنگِ ملامت بلا در لہج
اک دور میں یہ شخص بھی محبوب رہا ہے

جی چاہے جیسے جو بھی کئے جاؤ دوستو!
بستی میں کوئی فعل نہ معیوب رہا ہے

دہلی میں وہی بیٹھ کر اب فتوے لکھے گا
کشمیر میں جو کل تلک معیوب رہا ہے

گمنا میوں کے غار میں دفن دیا گیا
جو کل تلک اس شہر میں مطلوب رہا ہے





جانے کیوں بے حواس بیٹھا ہے
بے بدن بے لباس بیٹھا ہے

آج ہر سمت پھول برسے ہیں
آج وہ آس پاس بیٹھا ہے

کیسے گذرے یہ کہہ نہیں سکتا
ہر کوئی نا شناس بیٹھا ہے

ہے قیامت ابھی کوئی باقی
شخص ہر اک اُداس بیٹھا ہے

موت جس کو بھی دے گئی فرصت
زہر بھی اُس کو راس بیٹھا ہے

غم کی ایسی ہوا چلی بے تکل
شہر سارا اُداس بیٹھا ہے





میں لڑ رہا ہوں بلا توقف ، میں گر نہ جاؤں نڈھال ہو کر
جواب کی جستجو میں بہتکل بکھر نہ جاؤں سوال ہو کر

وہ حادثے بھی نظر نے دیکھے یہ معجزے بھی نظر نے دیکھے
کوئی گرا ہے عروج پا کر کوئی اٹھا ہے زوال ہو کر

نہ رات ہی کاسکوں ہے باقی نہ دن کی راحت رسائیاں ہیں
زمانہ گذرا میں پھر رہا ہوں گلی گلی میں خیال ہو کر



شعر

یہ زرد چہرا ، یہ سرخ آنسو، تیری وفا کی نشانیاں ہیں
یہ شعر و نغمہ ، یہ گیت میرے ، تری جفا کی کہانیاں ہیں



اب کے موسم کیا رنگ لایا
 ہر گل پر کاٹا اُگ آیا
 کیوں آنکھیں ویرانے ڈھونڈیں
 کیوں بستی سے جی گھبرایا
 اُن سے کچھ باتیں کر لی تھیں
 سینے سے پتھر سر کا یا
 پھر سے بازی ہار گیا وہ
 پھر سے اُس نے دھوکا کھایا
 میں تحلیل ہوا جاتا ہوں
 کیوں سورج چھت میں لٹکایا
 مایوسی، محرومی منزل
 ہم نے کیا رستہ اپنایا
 مئی دونوں ہاتھ ہے خالی
 ڈیڈی کچھ بھی ساتھ نہ لایا
 کیوں الماری بند رکھی ہے
 بچے کو ہے کیوں ترسایا
 دل نے ہم کو روکا تھا
 آنکھوں نے لیکن بہکایا
 بسکل خود سے بھی چھپتا ہوں
 شیشے نے چہرا دکھلایا



کس لئے رکھا تھا میری داستاں کو نام تمام
کیوں لکھا ہے ریت کی تختی پہ تو نے میرا نام

میں تو اپنی بھول سے دلدل میں آکر پھنس گیا
دیکھتے ہو تم تماشا بیٹھ کر بالائے بام

میرے پیارے جگنوؤ! تم پھر کبھی آنا ادھر
میرے کھیتوں میں نہیں آتی ہے لب سالن کی شام

آنکھوں میں ڈھیر ہیں کڑے کے، پھر آجائیں گی
کس لئے کرتے ہو بے تک مکھیوں کو زیر دام





کیا بتلائیں اس بستی میں کتنے ہیں دیوانے لوگ
راتوں رات بدل جاتے ہیں جانے لہر پہچانے لوگ

رشتے ناتے کچے دھاگے ان پہ کچھ دشاں نہیں
ہم نے سارے دیکھ لئے ہیں اپنے لہر بیگانے لوگ

جانے کس مخمور نگہ نے ان کو بھی مخمور کیا
پیروں سے دھرتی بھاگی ہے ہوائے ہیں مستانے لوگ

بہکل جب محروم ہو موسم سب پنچھی اُڑ جاتے ہیں
جب گھر کے مینار ہوں روشن بنتے ہیں پروانے لوگ

نظم

(سنے سال ۱۹۸۶ء کی آمد پر اہلیہ کے احساسات کی ترجمانی)

سنہ پچاسی جوں توں کر کے گزر گیا

سنہ چھیاسی آیا ہے

جانے بہکل صاحب کب آئیں گے؟

چلتے، گیان جوتشی سے ملتے

میں اُس سے پوچھتی

اب کے برس کیسے گزرے گا؟



گھر میں جب بے گھر رہتے ہیں
روتے بام و در رہتے ہیں

دروازوں کو بند نہ سمجھو
لوگ چھپے اندر رہتے ہیں

باغ کی ٹہنی ٹہنی دیکھی
سب طائر رہتے ہیں

پریوں نے پیچھا چھوڑا ہے
ہم بھی اپنے گھر رہتے ہیں

بسل اپنی خیر مناد
شہر میں اب اجگر رہتے ہیں



شعر

میری زندگی کی نہ بات کر، مرا لمحہ لمحہ عذاب ہے
ذرا حوصلے سے اسے کھولنا، بڑی دُکھ بھری یہ کتاب ہے



ہم نے بھی ہیں دیپ جلائے
ہم بھی دیک راگ رہے ہیں

پانی ہم پہ کیا برساتے
ہم پتھر میں آگ رہے ہیں

بستی میں کیا آفت آئی
کس جانب سب بھاگ رہے ہیں

ساری فصلیں زہریلی ہیں
کھیتوں میں کیا ناگ رہے ہیں

دیوار و در سوئے بیکل
ہم کیوں لیکن جاگ رہے ہیں

اشعار

وقت درکار ہے پھر اُن کو سنبھالنے کیلئے	ساہا سہل لگے ہوں جنہیں گرنے کیلئے
پھر ہواؤں سے کہو زور سے چلنے کیلئے	سبز پتوں کو ذرا زرد تو ہو لینے دو
روز و شب سوچتا ہے رلو بدلنے کیلئے	وہ جو جذبات کے گھوڑے پہ بہت بھاگا تھا





سب منظر بکھرے جاتے ہیں
نقشے سب اڑتے جاتے ہیں

پاؤں میں پیسے پہنا کر
مرد و زن بھاگے جاتے ہیں

خبروں کا موقعہ آیا ہے
اپنے رنگ اڑتے جاتے ہیں

جیون اک مکڑی کا جالا
ہر لحظہ اُلجھے جاتے ہیں

بے تکل پیارے پیارے لمحے
ہم سے کیوں پھڑے جاتے ہیں





دادی ماں لوری گاتی ہے
سب بچوں کو بہلاتی ہے

شام اندھیرے چھوڑ گئی ہے
دیکھیں صبح کیا لاتی ہے

پھر سورج آشا کا چمکا
پھر سے نیند اڑی جاتی ہے

نس نس میں کیا زہر گھلا ہے
یہ کیا شے مجھ کو کھاتی ہے

بکّل بازاروں کو دیکھا
کوئی چیز نہیں بھاتی ہے





جہاں ہمارا سبھی جہانوں سے غالباً بے مثال ہوگا
ہیں جس قدر امتحان ہمارے کسی کے ہونگے محال ہوگا

ہے آب و گل کا جہن فانی، یہاں کی ہر شے ہے آنی جانی
سفر ہے سوئے عروج جس کا ابھی وہ سوئے زوال ہوگا

سڑک یہ ساری نہیں ہے اپنی یہاں تو لوہوں کو بھی ہے چلنا
تمہاری گاڑی کدھر چلی ہے جگہ جگہ پر سوال ہوگا

خبر نہیں تھی کہ روز و شب کا عذاب لامنتہا رہے گا
بدن بنے گا جھلتا صحرا بمثل مجنوں خیال ہوگا

جو ہٹ گیا تیرے راستوں سے کبھی بھی منزل نہ پاسکے گا
وہ بدنصیب، بے مراد راہی قدم قدم پر نڈھال ہوگا

خطا کروں گا، سزا ملے گی نہیں ہے اس میں کوئی تعجب
عجب تو یہ ہے تمہارے ہوتے ہمارا بھی ایسا حال ہوگا

ہے عشق و مستی وہ روگ بے سلسلے رہتی ہے زندگانی
جو اس قیامت سے بچ کے نکلا بلاشبہ باکمال ہوگا





زانو پہ سر رکھے ہوئے کیا سوچتے ہیں لوگ
کیسی رُتوں کے راستے اب دیکھتے ہیں لوگ

جن سے عروسِ وقت کی چادر چمک اُٹھی
اُن موتیوں کو خاک میں کیوں رولتے ہیں لوگ

چہرے پہ بد نما سی یہ تحریر کیا لکھی
بس اک نظر ہی دیکھتے اور بھاگتے ہیں لوگ

سرکوں کو کاٹ کاٹ کر چھوٹا تو کر دیا
آفت ہے سر پہ کیا گری کیوں بھاگتے ہیں لوگ

لو! چاند تارے آگئے راحت بکھیرنے
گلریز چھت کے سائے میں کیوں جاگتے ہیں لوگ





بے قاعدہ ہی زیست کا ہے کارواں چلے
کچھ بھی خبر نہیں ہے کہاں تھے کہاں چلے

اک پھول بھی خوشی کا نہ آنگن میں کھل سکا
موسم گلوں کا ہم سے کیوں دامن کشاں چلے

مجبوریوں کے جال سے باہر نہ آسکے
اے جانے والے! ہم سے کیوں، تم بدگماں چلے

ہم کیا ہلالِ عید کے منظر تلاشتے
ہم سے زمانہ آجکل نا مہرباں چلے

میں چلچلاتی دھوپ میں اک پل بھی نہ رکوں
ہمراہ تیری رحمتوں کا ساہباں چلے

چہرے گلاب رنگ ہوں اور لب ہوں گلفشاں
خوشبو اڑاتا سڑک سے اک کارواں چلے

بہلول اسی کی ذات ہے عصاءِ زندگی
ہم جس مقام پر رکے اور ہم جہاں چلے





”میں کا غذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں“
دل مضطر کی خاطر کیا سے کیا منظر بناتا ہوں

جنوں کی بالا دستی اُس جگہ پر کھینچ لائی ہے
کہ مسجد کو گرا کر اِس جگہ مندر بناتا ہوں

بصیرت کٹ گئی میری، بصارت کام نہ آئی
غضب ہے راہزن کو اپنا میں رہبر بناتا ہوں

ابھی بلوائی آئیں گے ابھی گھر منہدم ہو گئے
میں بھارت کی زمیں پہ کس لئے کوئی گھر بناتا ہوں

ادھر تیرے ستم کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا
ادھر سینے کے اندر میں بھی دل پتھر بناتا ہوں

ہمارے شہر کی دیوار پہ جو لکھ گیا بکتل
میں اس تحریر کے ہر حرف کو دفتر بناتا ہوں





افردہ روح درد سے ٹوٹے ہوئے بدن
کیسے ہیں میرے لوگ یہ کیسا مرا وطن

آدم کی سلطنت میں کیا حادثہ ہوا
دھرتی ہوئی اُداس ہے اور رو رہا سنگ

تھے لوگ ناتواں یا لمبی مسافتیں
ہر شخص کہہ رہا ہے ہائے تھکن تھکن

عشق و وفا کے تذکرے پارینہ داستاں
صحرا رہے نہ قیس ہی شیریں نہ کوہکن

جھوٹا سہی مگر رکھیں چہرا کھلا ہوا
دل توڑ دیتی ہے کئی، ماتھے کی اک شکن

چہروں کے رنگ روپ پہ بکلت نہ جائے
جل بھن چکے ہیں سارے ہی اندر سے گل بدن



تم ہر اک سے جھک کے ملا کرو، تم ہر اک کی بات سنا کرو
جنہیں قول و فعل میں فاصلے، انہیں فاصلوں پہ رکھا کرو

یہاں سانحات کی بجلیاں، یہاں حادثات کی بدلیاں
ہے یہ زندگی بڑی پر خطر، بڑے ہوش سے تم چلا کرو

نہیں اُن سے مجھ کو کوئی گلہ، جنہیں خیر و شر کا نہیں پتہ
جنہیں ہوش مندی کا زعم ہے، انہیں دور ہی سے ملا کرو

کہاں رُکنا ہے کہاں چلنا ہے، بڑا الجھا سا یہ سوال ہے
تمہیں سچی بات کہے چلوں، کہ تلاشِ حق میں رہا کرو

میرے بچو! سن لو یہ غور سے، ملیں جب بزرگوں کی محفلیں
ذرا چشمِ عبرت سے کام لو، انہیں گوشِ دل سے سنا کرو



آنکھوں میں تیرتے ہوئے پانی کو دیکھتا
ٹھنڈے بدن میں خوں کی روانی کو دیکھتا

اک روز لوٹ آئے گا مجھکو یقین ہے
مٹھی میں بند میری نشانی کو دیکھتا

اے کاش ہنستی کھیلتی چڑیاں ملیں مجھے
خوشبو اڑاتے رات کی رانی کو دیکھتا

بے ل ترے بیان میں پیچیدگی نہ تھی
لفظوں کے آس پاس معانی کو دیکھتا

نظم



روز سورج آتا ہے

روز سورج جاتا ہے

آتے جاتے میرے نام اک خط دے جاتا ہے

میں اس کے لفظوں میں گم ہو جاتا ہوں

میرے بچے طاہر، رانی، روزی، پکی آتے ہیں

مجھ کو اپنی دنیا میں لوٹاتے ہیں





چھو لے تُو تو شہد سا بیٹھا دریا ہوں
ورنہ میں اک جلتی آگ کا صحرا ہوں

اب بہتر ہے خوابوں میں نہ آؤ تم
اک مدت کے بعد میں گھر میں آیا ہوں

خوشیوں کا تو تاج محل ہی ٹوٹ گیا
پھر کس منظر کو مُرد مُرد کر سکتا ہوں

بستی والو! اب تم مجھ کو اپنا لو
اب تو سچ کہنے سے میں بھی ڈرتا ہوں

آئینے تو خود بھی میلے میلے ہیں
پوچھوں کس سے بے لگتہ کیسا لگتا ہوں





آگہی کی آنچ پہ اب کھولتا رہتا ہوں میں
بند آنکھیں کر کے اکثر سوچتا رہتا ہوں میں

کرشمہ سازی دیکھئے تو کاتبِ تقدیر کی
ساحلوں پہ آ کے اکثر ڈوبتا رہتا ہوں میں

نقشِ شائد ہی کوئی ابھرے گا اب قرطاس پر
خونِ دل رنگوں میں یوں ہی گھولتا رہتا ہوں میں

ہر طرف ہے ہو کا عالم سہمے سہمے ہیں سبھی
شبِ گزیدہ شہر میں کیا ڈھونڈتا رہتا ہوں میں

بھاگتی جاتی ہیں سانسیں بیٹھتا جاتا ہے دل
لحظہ لحظہ 'ریزہ ریزہ' ٹوٹتا رہتا ہوں میں

ہو گیا بے سمتیوں کی نذرِ بہکل غالباً
راہِ گم گشتہ سا اسکو دیکھتا رہتا ہوں میں





دشمنوں سے آپ مت گھبرائیے
کام سچائی سے کرتے جائیے

اُجھنوں سے بچ کے رہنا ہے اگر
پاؤں چادر دیکھ کر پھیلائیے

اب کہاں ہے شہر میں شام غزل
شام ہوتے ہی گھروں کو آئیے

تبصرے خبریں عذاب جان ہیں
اب کوئی میٹھا سا نغمہ گائیے

اچھی قدریں ہی ہماری شان ہیں
ایسی طاقت پہ نہ اترائیے

قلب ان کے سنگِ خارا پاؤ گے
چاند چہروں سے نہ دھوکہ کھائیے

راہ نکلتے تھک گئے ہیں جسم و جاں
آئیے میرے حضور اب آئیے



نہ ہے دھرتی نہیں گنگن میرا
 دوستو! کیا یہی وطن میرا
 بات کرنے کو جی ترستا ہے
 فکر کیسی کہاں سخن میرا
 پیڑ سب منتظر بہاروں کے
 زردیوں میں اٹا چن میرا
 روح بھی اب تھکی تھکی سی لگے
 ریزہ ریزہ لگے بدن میرا
 روز و شب خامشی میں کٹتے ہیں
 اب کہاں ہے وہ بانگین میرا
 زندگی کو کہاں سمجھ پاتا
 میلا میلا رہا ہے من میرا
 چند ہی لوگ ساتھ چل پائے
 بے مزہ غالباً چلن میرا
 جب سے جھکو چھوٹا ہے ہونٹوں نے
 شہد سا ہو گیا دہن میرا
 کوئی محفوظ ہو نہ ہو بسک
 مجھ کو اچھا لگے ہے فن میرا





جن پھولوں کو سونگھا ہم نے ، ان میں بو اور باس نہیں
رنگ سنہرے ، بھینی خوشبو ہمکو بھی اب راس نہیں

محفل سے میں گھبراتا ہوں ، تنہائی سے خوف لگے
دل کی نگری سونی سونی جینا بھی کچھ خاص نہیں

شام سویرے کے سب منظر دھندلے دھندلے لگتے ہیں
مستی ، موج ، مزے ، مسکائیں کچھ بھی میرے پاس نہیں

آگ کے صحرا میں چلتے تھے آس لگائے پانی کی
اب جو ساگر تھ پر پہنچے تو ہم کو کچھ پیاس نہیں

آشاؤں کی بھول بھلیوں میں سندر سنسار رہے
بے ل وہ کیا جیوت ہو گا جس کی کوئی آس نہیں





اس قدر دیوار حائل کیوں ہے انسانوں کے بیچ
ہو نہ ہو شائد چلا آیا ہوں، ویرانوں کے بیچ

گوبکو، یاں زندہ لاشوں سے ہے ٹکراتی نظر
زندگی دشوار ہے اب ان سیہ خانوں کے بیچ

سے کشی کی رسم امراء نے بدل دی آجکل
خونِ انساں دیکھتا ہوں ان کے پیپانوں کے بیچ

شمعِ اُلفت کی بجھی تو بجھ گئی شمعِ حیات
شور یہ سننے میں آیا، آج فرزانوں کے بیچ

بے خبر شیخ و برہمن کو نہ آئے موت کیوں
ہیں مصائب کا یہ باعث آج انسانوں کے بیچ

آج بھل رنگِ محفل اس طرح پاتا ہوں میں
جیسے پہلی بار آیا ہوں میں انجانوں کے بیچ





شبِ ظلمات میں نورِ سحر کرنا بھی آتا ہے
ہمیں ذروں کو خورشید و قمر کرنا بھی آتا ہے

زمانے کے بدلتے تیوروں نے ہم کو سکھلایا
زمین و آسماں زیر و زبر کرنا بھی آتا ہے

اگر آدابِ محفل تم بدل دو گے تو اچھا ہے
ہمیں محفل کو ورنہ منتشر کرنا بھی آتا ہے

اُسے تو آدمی بن کر کہیں رہنا نہیں آیا
اگرچہ چاند سے آگے سفر کرنا بھی آتا ہے

بہاروں سے ملے ہیں زخمِ ہم کو بار بار ہائیکل
خزاں آلود لہجوں کو بسر کرنا بھی آتا ہے





لفظوں نے جب ساتھ ہے چھوڑا، کیا بولیں گے دل کی بات
ایا ہم نے کھیل ہے کھیل، کھا گئے اپنے ہاتھوں مات
بے موسم کے موسم دیکھوں، بے ذوقی کے راگ سنوں
کیا ملہا رکوئی اب چھیڑے، اب نہ آئے گی برسات
ایک زمانہ بیت گیا ہے تارے گن گن رین کٹے
تم جب آؤ لیتے آنا نیندوں کی سوغات

اشعار

غموں کی دھوپ ہے، صحرا ہے اور تنہائی
نخیف جان پہ اب کے یہ کیسی بن آئی
پھنسا ہے زیت کے پنچے میں اس طرح بسکل
ہر ایک سانس میں رقصاں قضا نظر آئی



حصہ نظم

(ہند نامہ)

پھول بکھرے ہوئے مسلی ہوئی کلیاں دیکھوں
گلشنِ ہند کی روتی ہوئی چڑیاں دیکھوں

راہ گیروں کے تڑپتے ہوئے لاشے دیکھوں
رات دن خوں میں نہائی ہوئی گلیاں دیکھوں

سارے عالم نے جہاں پایا ہے محبت کا وجود
ہائے اُس دلیں میں چلتی ہوئی ٹھہریاں دیکھوں

ذرہ ذرہ تھا ضیا پوش ، ضیا بار جہاں
اب اُسی شہر کی بجھی ہوئی بتیاں دیکھوں
بجھتی

حق و باطل میں یہاں کوئی بھی تفریق نہیں
اپنے آئین کی اُڑتی ہوئی دھجیاں دیکھوں



اساتذہ کے نام

تو نور کا ایک پیالہ ہے
ظلمات مٹانے والا ہے
روشن ہے بزم ہستی کی
عقبنی کو بنانے والا ہے

مکلوں میں عام مکافوں میں
چاروں میں تہہ خانوں میں
بازار کی رونق ہے تجھ سے
تو کھیتوں میں کھلیا نوں میں

تو مشکل کو آسان کرے
جوانوں کو انسان کرے
مٹی بھی تجھ سے سونا ہے
پُر خار کو بھی ریمان کرے

تو قلم بھی ہے تلواری بھی ہے
اور قوموں کی دستار بھی ہے
ہر مندرتجھ سے زندہ ہے
مسجد کا تو مینار بھی ہے

تو پیار و وفا کی صورت ہے
تو صبر و غنا کی صورت ہے
افعال ترے لاثانی ہیں
تو سرتاپا ایک رحمت ہے

لیکن -----
پہلی سی اب وہ بات کہاں
تو رحمت کی سوغات کہاں
اُستاد تو اب ایک دھندلا ہے
وہ حرص و ہوس کا بندہ ہے
ٹیوشن کا بازار ہے وہ
اب کون کہے غم خوار ہے وہ
اب ڈیوٹی سے وہ غافل ہے
خود ڈوب رہا جو ساحل ہے
پی ایچ ڈی اس کی ڈگری ہے
تقدیر مگر کیا بگڑی ہے

سب ملنے سے کتراتے ہیں
اپنے بھی تو ٹھکراتے ہیں
یہ سانحہ سب سے بدتر ہے
اب ٹیچر سے وہ لیڈر ہے
اب اللہ ہی احسان کرے
اُستاد کو پھر ذیشان کرے



ترانہ

ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے فلک سے ہم ستارے توڑ لائیں گے
 ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے
 محبتوں کے ہم دیئے جلائیں گے الاؤ نفرتوں کے ہم بُجھائیں گے
 فریب رنگ و نسل ہم مٹائیں گے
 ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے
 سبائیں گے گلی گلی وطن کی ہم کھلائیں گے کلی کلی چن کی ہم
 وطن میں چار چاند ہم لگائیں گے
 ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے
 گرے ہوئے ہیں جو انھیں سنبھلنا ہے یقین ہے فضاؤں کو بدلنا ہے
 سکوں کی بارشوں میں ہم نہائیں گے
 ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے
 کٹھن اگر ہیں راستے تو غم نہیں ہماری آنکھ مشکوں میں نم نہیں
 نئی طرح جہاں کو ہم سکھائیں گے
 ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے
 جو طاقوتوں کے بل ہمیں جھکائے گا وہ اپنے ہاتھوں اپنا گھر جلائے گا
 یہ فیصلہ جہاں کو ہم سنائیں گے
 ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے



حجاجِ کرام کی روانگی کے موقعہ پر لکھی گئی نظم

آج جب قافلے حاجیوں کے چلے، چشمِ حسرت سے ہم دیکھتے رہ گئے
اپنے در پر بلائیں گے آقا ﷺ ہمیں، دیر تک ہم یہی سوچتے رہ گئے

جانے والو مبارک ہو حج کا سفر، ابرِ رحمت رہے آپ کا ہمسفر
آپ خوش بخت ہیں منزلیں پا گئے، ہم یونہی زندگی رولتے رہ گئے

جب غلافِ حرم پر نگاہیں پڑیں، عاصیوں کیلئے یہ دعائیں کریں
اپنی عظمت کے صدقے انھیں بخش دے، بحرِ عصیاں میں جو ڈوبتے رہ گئے

ہاتھ پھیلے ہوئے، آنکھ پر غم ہو جب، ارضِ عرفات پر عرشِ پر غم ہو جب
حاجیو! اُس گھڑی بھولنا نہ انھیں عقدہٴ زیست جو کھولتے رہ گئے

آستانِ نبی ﷺ پر ہو جب حاضری ابرِ رحمت کی جب آپ پر ہو جھڑی
للہ بسمل کو بھی یاد اُس دم رکھیں سوئے کعبہ جو پرتوالتے رہ گئے



تھنہ منڈی کے ایک سیاحتی مقام

دہرہ گلی

کے نام

اے دہرہ گلی حسن تیرا کتنا بے نظیر
ہو جیسے میرے سامنے فردوس کی تصویر

خوشبو سے لدی ہیں تری پُر کیف ہوائیں
چشموں میں ترے کوثر و تنیم کی تاثیر

ہے حسن ترا میرے لئے مہتاب سے افضل
تو میرے لئے جیسے کہ رانجے کیلئے ہیر

دشوار بہت ہے تری محفل سے نکلتا
قدموں سے لپٹ آئے تری زلف گرہ گیر

بن تیرے جیسے کسی دلہن کا ہو آنچل
کوہ تیرے مگر مجھ کو نظر آتے ہیں دلگیر

پیڑ

زندگانی ہے ہماری پیڑ سے
 شادمانی کی اگر ہو جستجو
 پیڑ ہی سے آئے گلشن میں بہار
 صحن گلشن کی مہک پیڑوں سے ہے
 پیڑ ہوں تو سانس آئے بے خطر
 پیڑ ہوں تو رحمتِ باراں ملے
 کھیتی باڑی ہے ہماری پیڑ سے
 کھٹے میٹھے پھل ہمارے پیڑ سے
 خوش نما چڑیوں کا مسکن پیڑ ہیں
 گائے، بکری، بھیڑ پلتے پیڑ سے
 طور کی محفل سجائی پیڑ نے
 رام کو پیڑوں نے بخشی تھی اماں
 پیڑ اپنا یار صبح و شام ہے
 پیڑ ہر آنگن میں ہونا چاہیے
 پیڑ جو کاٹیں وہ کیا انسان ہیں
 اس زمیں کی رونقیں لوٹیں ہیں جو
 حکم ہے قرآن کا سب سے کہو
 زندگی بیکل بنے گی بے نظیر

ساری آسانی ہماری پیڑ سے
 شادمانی ہے ہماری پیڑ سے
 پیڑ جلتی دھوپ میں دل کا قرار
 پیڑ کے احسان ہم پر بے شمار
 پیڑ ہوں تو زہر بھی ہے بے اثر
 پیڑ سے شاداب ہیں سب بحر و بر
 ساگ سبزی اور کیاری پیڑ سے
 دال اور کچھڑی ہماری پیڑ سے
 شیر اور چیتوں کا جیون پیڑ ہیں
 دودھ لسی اور مکھن پیڑ ہیں
 نوح کی کشتی بنائی پیڑ نے
 اور گوتم کو رہائی پیڑ نے
 پیڑ سے ہر لحظہ ہم کو کام ہے
 پیڑ اللہ کا بڑا انعام ہے
 وہ تو دنیا کیلئے زُلوان ہیں
 درحقیقت وہ بڑے شیطان ہیں
 شجرِ طیبہ کی طرح زندہ رہو
 پیڑ کے نقش قدم پہ تم چلو

س کشمیری معنی مصیبت

آنگن واڑی عملہ کیلئے تذراذہ

شہروں اور گاؤں میں لانی ہے بہار
آئی، سی، ڈی، ایس کی پکار

ہے دکھیوں کے واسطے پھولوں کا ہار
آئی، سی، ڈی، ایس کی پکار

پیارے بچے تو ہے دنیا کی آنکھوں کا تارا
تو جو نہیں تو کام جہاں کامٹ جائے گا سارا

غم نہیں اب خوشیاں ہیں تیری ہزار
آئی، سی، ڈی، ایس کی پکار

بستی بستی میں بیماری کا اب نام نہ ہوگا
شہروں، گاؤں میں بے کاری کا اب کام نہ ہوگا

بے چینوں کے واسطے لائی قرار
آئی، سی، ڈی، ایس کی پکار

عورت کی عزت کی خاطر کام بہت ہے کرنا
اپنے پاؤں پر خود عورت کو ہے آگے بڑھنا

راہیں اس کے واسطے ہیں بے شمار
آئی، سی، ڈی، ایس کی پکار

اُن پڑھتا کا نام جہاں سے اب ہم نے ہے مٹانا
آنگن واڑی ور کر کو ہے کام یہ خوب نبھانا

سوشل ویلفیئر اور یونیسف کا سنگار
آئی، سی، ڈی، ایس کی پکار



نذرانہ عقیدت بخد مت سورگیہ راجا رام شرما، کالا کوٹ

ہمارے شہر میں اک راجا رام ہوتا تھا وہ جس کو دیکھ کے دل شاد کام ہوتا تھا
کوئی بتائے کہاں چل دیا، کہاں ہوگا جو اپنے دور کا اک خاص نام ہوتا تھا
میں اُس کے تذکرے ہر شخص کو سناؤں گا

میں راجا رام کو ہر گز بھلا نہ پاؤں گا
پہاڑ صبر کا اور خامشی کا ساگر تھا وہ علم و حلم کا اک جیتا جیتا مظہر تھا
وہ جس کا تذکرہ لفظوں میں ہو نہیں سکتا وہ اتنی ڈھیر ساری خوبیوں کا پیکر تھا
میں اُس کے گیت ہر اک انجمن میں گاؤں گا

میں راجا رام کو ہر گز بھلا نہ پاؤں گا
ہمیشہ سچ کا جسے پاسدار دیکھا تھا ہمیشہ حق کا جسے طرفدار دیکھا تھا
وہ دوستوں پہ جسے جانثار دیکھا تھا وہ انجمن میں جسے پُر وقار دیکھا تھا
میں ایسے دوست کو اب پھر کہاں سے لاؤں گا

میں راجا رام کو ہر گز بھلا نہ پاؤں گا
سکون شرما کی روح کو تو اے خدا دینا جہاں کہیں ہو اُسے اپنی تو رضا دینا
ہر اک عذاب سے مکتی اُسے عطا کرنا اور اُن کے اپنوں کو تم صبر کی دشا دینا
دعا ہر ایک سے بے تکل میں یہ کراؤں گا

میں راجا رام کو ہر گز بھلا نہ پاؤں گا

سگریٹ نوشی

سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام بُرا ہوتا ہے
 سگریٹ نوش کا بالآخر انجام بُرا ہوتا ہے
 خون پسینے کی کمانی دھوئیں میں اڑ جائے
 رحمت گھر سے دور بھگائے بی گھر میں لائے
 عقل کے اندھے کا ہر صبح و شام بُرا ہوتا ہے
 سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام بُرا ہوتا ہے
 سگریٹ کو اب کینسر کا خالق بھی کہتے ہیں
 اس کے چاہنے والے اکثر دکھی رہتے ہیں
 سگریٹ نوشوں کا بستی میں نام بُرا ہوتا ہے
 سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام بُرا ہوتا ہے
 سگریٹ نوش کے منہ کی بدبو، بدبو اور پھیلانے
 بیوی اس سے بھاگنا چاہے بچہ پاس نہ آئے
 پینے والا خاص ہو یا عام بُرا ہوتا ہے
 سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام بُرا ہوتا ہے
 سگریٹ نوش کا بالآخر انجام بُرا ہوتا ہے



مرحوم محمد امین گنائی کی وفات پر لکھے گئے مرثیے کے چند اشعار

دل کا سکون ، نورِ نظر ، جان لے گیا
یہ کون گھر کا ساز اور سامان لے گیا

وہ سرو قد ، ماہِ لقا ، کھلتا ہوا گلاب
جیسے کہ ساری شانِ گلستاں لے گیا

وہ کیا گیا کہ عارفی کی دُنیا اُڑ گئی
ایسا گیا کہ سارے ہی امکان لے گیا

س۔ مرحوم محمد امین گنائی کے والد محترم



نذرانہ عقیدت بخد مت جناب والد محترم مرحوم حاجی محمد شفیع سیٹھ تھنہ منڈی

وفات:- ۹ فروری ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک

درد کی وادی سے بابا مجھ کو لوٹائے گا کون؟

میرے بابا بعد تیرے مجھ کو بہلائے گا کون؟

آنکھ میں ٹھنڈک تھی تجھ سے، دل میں تھا تجھ سے قرار

صبح دم نورانی چہرا، مجھ کو دکھلائے گا کون؟

تیرے دم سے گلشن ہستی میں تھی فصل بہار

میری جاں اب شفق توں کے پھول برسائے گا کون؟

آپ کی خدمت تھی میرے واسطے وجہ سکون

میرے سر پر تاجِ فرزند کی کا پہنائے گا کون؟

زندگی تو آپ کی اوراق تھے تاریخ کے

زندگانی کے حقائق مجھ کو سمجھائے گا کون؟

پیٹھ پر وہ تھکیاں دینا، بڑھانے حوصلے
بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ پھیلائے گا کون؟

ساری ساری رونقیں تھیں گھر میں تیری ذات سے
رحمتوں کی بارشوں سے اس کو مہکائے گا کون؟

تو تھا تو قیر قبیلہ راج و مرہم کا سکون
ہاتھ سے سرسبز و نازش کا سہلائے گا کون؟

میرے اللہ میرے بابا کی قبر پر نور کر
صبر کے مرہم سے دل کے درد کو اب دور کر



لوری

پیارے ، پیارے ، آنکھ کے تارے
 میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان
 توجو آیا ساتھ میں لایا خوشیوں کے انبار
 روشن ، روشن گھر ہے تجھ سے ، تو ہے میری جان
 میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان
 خوب سمجھ کر لکھنا پڑھنا ، کام سمجھ کر کرنا
 پیارے نبی (ﷺ) کی راہ پر چلنا ، جو ہے عالیشان
 میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان
 اس دنیا سے ڈر لگتا ہے ، جسمیں تو ہے آیا
 اس تپتے صحرا میں تجھ پر ، اللہ رکھے سایا
 میرے مولا میرے بچے پر کرنا احسان
 میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان
 ہر دے بکھڑا رکھنا اپنا تو بکھڑا رکھنا آسائیں
 دھرتی کو بھیمان ہو تجھ پر دے آکاش دعائیں
 تو چندا ، تو سورج جیسا بننا اک بلوان
 میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان



ترانہ بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری



دانش گہیہ بابا کا اک طرفہ نظارہ ہے

اس نور کے مرکز کا ہر ذرہ ستارہ ہے

رحمت کی فضا دیکھوں جس سمت نظر جائے دنیا بھی سنور جائے، عقبی بھی سنور جائے

یہ باغِ ارم کس نے دھرتی پہ اُتارا ہے

دانش گہیہ بابا کا اک طرفہ نظارہ ہے

مزدور بھی ہم اس کے، معمار بھی ہم اس کے اللہ کے کرم سے ہیں سالار بھی ہم اس کے

اس کا تو ہر اک ذرہ ہمیں جان سے پیارا ہے

دانش گہیہ بابا کا اک طرفہ نظارہ ہے

دریائے محبت کو رکھ اس میں رواں دائم توحید و رسالت کی ہو اس میں فضا قائم

سُن لے تو صدا مولا یہ ہم نے پکارا ہے

دانش گہیہ بابا کا اک طرفہ نظارہ ہے

پرچم تری عظمت کا لہراتا رہے برسوں آزاد فضاؤں میں بل کھاتا رہے برسوں

یہ راحتِ جاں اپنا، یہ آنکھ کا تارا ہے

دانش گہیہ بابا کا اک طرفہ نظارہ ہے

یہ عزم ہمارا ہے جس سمت بھی جائیں گے سب درد کے ماروں کو سینے سے لگائیں گے

دُنیا کو بدل دیں گے، پیان ہمارا ہے

دانش گہیہ بابا کا اک طرفہ نظارہ ہے

نوٹ :- یہ ترانہ ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ء کو بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کے پہلے یوم تاسیس پر مفتی محمد سعید وزیر

اعلیٰ جموں و کشمیر کی موجودگی میں پڑھا گیا۔

ترانہ توحید

توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
 سینوں کو کیا روشن، ذہنوں کو سجایا ہے
 توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
 قرآن کو سیکھیں گے قرآن سکھائیں گے
 ہم راہِ وحدّی ساری دنیا کو دکھائیں گے
 ظلمت کو زمانے سے ہم نے ہی مٹایا ہے
 توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
 ہم خاک نشینوں کی عظمت کوئی کیا جانے
 آباد ہمیں سے ہیں دنیا کے یہ ویرانے
 سوئی ہوئی قوموں کو ہم نے ہی جگایا ہے
 توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
 پورب بھی ہمارا ہے پچھتم بھی ہمارا ہے
 اُتر بھی ہمارا ہے، دگن بھی ہمارا ہے
 اندازِ جہاں بانی دنیا کو سکھایا ہے
 توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
 ہم حامی و ناصر ہیں، پُر امن فضاؤں کے
 اے اہل جہاں ہم تو پیکر ہیں وفاؤں کے
 ہم نے ہی تو اعدا کو سینوں سے لگایا ہے
 توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
 خدام محمد (ﷺ) ہیں، ایمان کے داعی ہیں
 ہم ملتِ بیضاء کے پُر عزم سپاہی ہیں
 اسلام کے پرچم کو ہاتھوں میں اٹھایا ہے
 توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے



برف باری

برف باری زندگی ٹھہرا گئی
 بچ زدہ لمحوں میں بس اُلجھا گئی

پیڑ پتے بیل بوٹے دم بخود
 ایسے موسم سے طبع اُکتا گئی

نقرئی منظر بہت ہے پُر کشش
 یاد اک بیوہ کی دل دہلا گئی

ہے اُدھر وہ غم کی چادر میں تپاں
 مجھ کو اشکوں میں اُدھر نہلا گئی

برف، بارش دھوپ، تیرے رنگ ہیں
 دیکھ کے قدرت تری سب دنگ ہیں



۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو مظفر آباد میں زلزلہ کے موقعہ

سب پیرو جواں غم میں گرفتار ہوئے ہیں
 بستی کے مکین زیت سے بیزار ہوئے ہیں
 اللہ خبر لیجے اُن نام و روں کی
 پل بھر میں جو بے یار و مددگار ہوئے ہیں



چارے پاسے ظلم جبر ناں ہو یا بہت اُنہیرا
 رحمت دلا مینھ دیو خدا یا، ہووے اُمن سویرا



”مرثیہ“ روشنی کا مسافر

روشنی کا مسافر کہاں کھو گیا !
 غمزدہ ، غمزدہ ہر کوئی ہو گیا !!
 کام ہی کام بس جس کا ایمان تھا کام پر جس کا ہر لمحہ قربان تھا
 روشنی ، روشنی تھی جہاں وہ گیا
 روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !
 میں یہ سمجھا کہ وہ حق کا پرستار تھا لوگ کہتے ہیں وہ تیز و طرار تھا
 آج شکوے شکایت سبھی دھو گیا
 روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !
 ڈھونڈنے وہ گیا اپنی کشمیر کو آہ ! سمجھ نہ سکا اپنی تقدیر کو
 رکن خیالوں میں تھا وہ کہاں کھو
 گیا روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !
 ساتھ احباب کی انجمن لے گیا سرو قد لے گیا گل بدن لے گیا
 ہجر میں جس کی ہر اک بشر رو گیا
 روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !
 کس سے بھٹک کر ہیں موت کا ہم گلہ زندگی کا تو ہے بس یہی المیہ
 کس لئے آئے ہیں کچھ نہیں ہے خبر
 کب چلے جائیں گے کچھ نہیں ہے پتہ



نوٹ :- ۲۶ جنوری ۲۰۰۵ء آنجنمانی آر کے دھر چیف ایجوکیشن آفیسر راجوری اور ان کے رفقاء کی حادثاتی موت سے متاثر ہو کر یہ مرثیہ تخلیق ہوا۔ آنجنمانی دھر کو مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ تحفہ منڈی کی جانب سے ایک تقریب میں ”روشنی کا مسافر“ کا خطاب دیا گیا۔ نظم میں آنجنمانی کو اسی خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔

نغمہ اتحاد

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 زندہ باد جی ، زندہ باد
 اس نعرے میں شان ہماری عزت ، عظمت ، جان ہماری
 اللہ رکھے شاد آباد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 مل کے رہنا حکم قرآنی لڑنا ، بھڑنا کام شیطانی
 پاک نبی (ﷺ) کا ہے ارشاد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 کلمہ ، حج ، نماز سکھائے بس جنت میں وہ ہی جائے
 جس نے چھوڑا بخل اور باد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 نادانی کو اب ہم چھوڑیں ٹوٹے دلوں کو اب ہم جوڑیں
 کرنی کیوں نسلیں بر باد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 شاطر لیڈر ہم کو توڑیں سچے رستے سے وہ موڑیں
 ان پر اللہ کی افتاد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 بدلو اب تم سوچ روئیہ وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
 رب سچے کی ملے امداد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 آؤ سارا ہتھ ملاواں اُس سارے کھنڈ بکیر ہو جاواں
 بیکل دیوان ، سارنی ناد
 گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
 زندہ باد جی ، زندہ باد

جشن تعمیر مغل روڈ مبارک ہوتے ہیں (آزاد نظم)

۵ اگست ۲۰۰۷ء

اپنے آباء و اجداد کا یہ خواب حسین
ہونے والا ہے شرمندہ تعبیر ابھی
ہونے والی ہیں میرے شہر کی گلیاں روشن
چھٹنے والی ہیں میرے گاؤں کی ظلمات سبھی

پھر سے تعمیر و ترقی کے کھلیں گے رستے
زرد چہروں پہ لوٹ آئے گی رونق پھر سے
پاک و بھارت کے حالات بدل جانے کو ہیں
بند ہونے کو ہیں توپوں کے دہانے سارے

صحنیں بدلیں گی، بدل جائیں گی شامیں اپنی
پونچھ، راجوری کی تقدیر بدل جائے گی
جموں کشمیر نئے دور میں داخل ہو گا
لوٹ جائیں گے نفرت کے منارے سارے

مغلیہ دور کی شاہراہ تھے میرا سلام
میرے اس دور کے جہانگیر اور نور جہاں
تیرے سینے پہ کریں رقص رہیں شاد سدا
ہے یہی میری دعا، تیری دعا، سب کی دعا

جشن تعمیر مغل روڈ مبارک ہو تمہیں
جشن تعمیر مغل روڈ مبارک ہو تمہیں

قوم کی بیٹیوں کے نام جو آئے دن بربریت کا شکار ہو رہی ہیں
میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

تم ہو نرم و نازک سی تتلیاں!
یہاں زور سے چلیں آندھیاں!
یوں نہ بن سنور کے اڑا کرو
میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

یہاں پر خطر ہیں راستے
یہاں ہر قدم پہ ہیں آبلے
”یوں ہی بے سبب نہ پھرا کرو“
میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ذرا چشمِ مینا سے دیکھئے
یہاں شکلِ انسان میں بھیڑیے
ذرا فاصلے پر رہا کرو
میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

یہ اسکول ، اپنے یہ مدرسے
سبھی عزتوں کے ہیں راستے
یہاں ذہن حاضر رکھا کرو
میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ہے تم ہی سے زندگی ضو فشاں

ہے تم ہی سے روشن یہ جہاں

بڑے ہوش سے تم چلا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ہے اگر فراز کی جستجو!

رکھو روح کو بھی باوضو

رہو پاک دامن دعا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ملیں جب بزرگوں کی محفلیں

انہیں چشمِ عبرت سے دیکھ لو

انہیں گوشِ دل سے سنا کرو!

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو! میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!



ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

ہر چشم خونچکاں ہے چناروں کے دیس میں انبوہ کشتیگاں ہے چناروں کے دیس میں
 پیرو جواں ہیں غم کے الاؤ میں جل رہے اک فوج بیکساں ہے چناروں کے دیس میں
 آبا کہاں گئے ہیں، کہاں پر ہے میری ماں ہر بچہ پُر فغاں ہے چناروں کے دیس میں
 رستوں کو دیکھتی ہوئی بیٹے کی منتظر بے چین کھڑی ماں ہے چناروں کے دیس میں
 مایوسیوں میں غرق ہوئے ہیں عمید شہر ٹوٹی ہوئی کماں ہے چناروں کے دیس میں
 بادِ صبا و سبزہ نورستہ اب کہاں بارود کا دھواں ہے چناروں کے دیس میں
 ڈل بن گیا ہے شہر کے فٹیلے کا مرگ زار جہلم بھی نوحہ خواں ہے چناروں کے دیس میں
 کم کم ہی دیکھ پاؤ گے اب کے غزال چشم یوں رات کا سماں ہے چناروں کے دیس میں
 مہندی سچے گی کب مری بیٹی کے ہاتھ پر ماں باپ پریشان ہیں چناروں کے دیس میں
 بازارِ حسن کی بھی نمائش ہے اب یہاں کیا کیا نہیں یہاں ہے چناروں کے دیس میں
 لوٹ آئے زندگی کی رمت پھر دیار میں ایسی کوئی ازاں ہے چناروں کے دیس میں

بکل کا یہ سوال ہے اعیانِ قوم سے
 کشمیریت کہاں ہے چناروں کے دیس میں



عید

عید پھر آگئی
عید پھر آگئی
جیسے دریا کی لہریں اُچھلتی ہوئیں
لڑکیاں ناچتیں، کودتیں
مہندیوں، کاجلوں، خوشبوؤں میں نہاتی
ہوئیں
جس طرح.....
رنگ برنگی فضا میں اڑیں تتلیاں
بٹ رہی عیدیاں، ویدیاں
ہر طرف شوخیاں، شوخیاں
اور میں.....
عید.....
کیا آئی تو؟
ہر طرف ہیں بکھرتے ہوئے قہقہے!
ہر طرف ہیں چمکتے ہوئے قمقے
پک رہی سیویاں، یخنیاں
چمکتی پیالیاں، تھالیاں
بھینی خوشبو کو ہر سواڑاتے ہوئے
عید.....
لائی مزے.....
نوجواں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے
گھومتے، جھومتے، دوڑتے، بھاگتے
کون سی ہیں میری دیدیاں؟
کون دے گا مجھے عیدیاں؟

سرزمین کشمیر کے نام

مرے کشمیر کو امن و آماں کی پھر فضا دیدے
نئی مجلسیں ، نئی شائیں ، نیا ہی سلسلہ دیدے

بنے فردوسِ بروئے زمیں پھر سے چمن میرا
خدایا آگ کے دریا سے کوئی راستہ دیدے

نہ ہوں اب خون سے رنگین ہمارے شہر کی گلیاں
یہاں کے دشت و دریا کو تو جنت کی ہوا دیدے

پریشاں کر نہ میری بیٹیوں کے کاکل پیچاں
مرے بیٹوں کو جینے کا نیا اک حوصلہ دیدے

عطا سوئے دروں کر قائد کشمیر کو یا رب!
شعور و آگہی دیدے ، شعارِ با صفا دیدے

گل خنداں تو دیتا ہے ، دل خنداں نہیں دیتا
الہی فتنہ ساماں کو ذرا خوف سزا دیدے

عطا کر پاک بھارت کو تو مردِ باصفا یا رب
مری کشمیر کو مولیٰ نوید جانفزا دیدے

ہوا ہے پتا پتا مضمحل کشمیر کا بیکل
دعا ہے ، پھر سے اس فردوس کو اپنی عطا دیدے

قطعات

دوستو! لیڈر بنا دیتے مجھے
(Key) خزانے کی تھما دیتے مجھے
سایاں، سالے، اُڑاتے سب مرے
تم اسبلی میں بٹھا دیتے مجھے



بن گئی ہے میڈم آر، ٹی، ٹیچر
مجھکو بننا پڑا ہے باڈی گارڈ
مار پڑتی تھی پہلے لائٹس سے
اب تو چلتی ہے مگر آئرن راڈ



زیادہ مہنگائی نہ تھی دفاتر میں
کام چلتا تھا شادمانی سے
سینکڑوں میں بھی اب نہیں ہوتا
کل جو ہوتا تھا چائے پانی سے





بنے دل پھینک ہیں اپنے مفر
 حسینوں کو بڑے پیارے ہوئے ہیں
 اجی! ترشی سے نہ تم ان سے بولو
 پجارے عشق کے مارے ہوئے ہیں



راز کھل جائے گا زسوا ہونگے
 اب نہ ملنا کبھی بھی رستے میں
 جب بھی چاہو گے بات کر لیں گے
 اب موبائل ہے میرے بستے میں



مجھ کو فونڈر پیران بنا دیجئے
 کچھ کریں چند بچے پھنسا دیجئے
 ایک، دو، پکی دوکانیں گر ملیں
 مجھکو پبلک اسکول کھلوا دیجئے



عاشقی گھٹکے میں آتا ہے ضرور
 لمبے بالوں میں میرا سارا غرور
 لکھنا، پڑھنا تو مجھے آتا نہیں
 لیکچرر مجھکو مگر بنا ضرور



شجر

شجر ، رونق ، شہر اور بازار کی
رونقیں اس سے بھی سنار کی

پھول ، پھل اس کی عنایت بے نظیر
آگ پانی اس سے ملتا ہے کثیر

گھر بنانے کیلئے کام آئے یہ
ہر کسی آنگن میں خوشیاں لائے یہ

اس کی گودی میں رہیں اکثر طیور
گیت جن کے ہم کو دیتے ہیں سرور

تپتے سورج سے بچاتا ہے ہمیں
روتے روتے یہ ہنساتا ہے ہمیں

شجر ہر موسم میں میرے ساتھ ہے
میرے سر پہ رحمتوں کا ہاتھ ہے



بہار کا موسم

کتنا دلکش بہار کا موسم گل و غنچہ و خار کا موسم
 تیلیوں کے سنگار کا موسم ہے یہ سہرے کا ہار کا موسم
 کاجلوں، مہندیوں کے جلوے ہیں ڈھول، تاشے، ستار کا موسم
 ذرہ ذرہ ہے رقص کرتا ہوا بن پئے ہے نihar کا موسم
 بلبلیں، کوئلیں خراماں ہیں بیل، بوٹے، چنار کا موسم
 باغ ہوں، کھیت ہوں کہ ہوں دریا ہر طرف لالہ زار کا موسم
 چہرہ، چہرہ نشاط جیسا ہے چار سو شالیہار کا موسم
 جشن نوروز دے رہا ہے صدا ہر کسی سے ہے پیار کا موسم
 دل دھڑکتا ہے لیک جب سوچوں یہ بھی ایامِ چار کا موسم
 اٹھ اے بے مل خدا کا ذکر کریں
 ہاتھ جس کے قرار کا موسم



اٹھارہویں سالگرہ کے موقعہ پر ایم ای ٹی تھنہ منڈی کے بچوں کیلئے لکھا گیا

گیت

امن کا ساتھیو! تم اٹھائے علم
ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بڑھے جاؤ تم

نفرتوں کے سبھی بُت گراتے ہوئے
پیار کے گیت گاتے چلے جاؤ تم

کالی راتوں کے یہ سلسلے عارضی
لازماً ٹوٹ جائینگے اک دن سبھی

چاند تاروں کے جیسے چمکتے رہو
پھول بن کر چمن میں کھلے جاؤ تم

راستہ چاہے جتنا بھی دشوار ہو
گنتی اونچی مصیبت کی دیوار ہو

جسم تھکتے نہیں روح مرقی نہیں
یہ سدا دوستوں کو کہے جاؤ تم

آدمی آدمی سے گریزاں ہوا
آج ہر خانہ قلب ویراں ہوا

دامنِ آشتی کو ذرا تھام لو
جینے دو اور خود بھی جیے جاؤ تم

نقل کے خلاف صدائے احتجاج

نقل کرنے والا بچہ بے حس ہے کمزور ہے
نقل کرانے والا لیکن قاتل ہے اور چور ہے

نقل کرنے والا بے شک کم ہمت انسان ہے
نقل کرانے والا لیکن بہت بڑا شیطان ہے

نقلی علم کا سودا تم کو رُسوا خوب کرائے گا
محنت سے جو علم ملے گا تم کو وہ چمکائے گا

وہ جو خاک میں رول رہے ہیں موتی اور مہہ پاروں کو
گلی گلی سے ڈھونڈ نکالو تم ایسے غداروں کو

دیکھ! چمن کے سُندر، سُندر پھول یہ کس نے توڑے ہیں
کس ظالم نے تیرے بچے نقل کی جانب موڑے ہیں

اب تو ہوش کی گولی کھاؤ، اب نہ گھر ویران کرو
بستی کو بستی ہی رکھو، بستی نہ سنسان کرو



عوامی شاعری

واہ ، واہ اپنی یہ سرکار ، دیکھو اس کا کاروبار
قلی ایک میٹ چار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

پہلے دیکھئے اسکول ، جہاں بھیجتے ہیں پھول
بن کے آتے ہیں جو خار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

آؤ دیکھیں ہسپتال ، الٹی اُترے جہاں کھال
کریں دائمی بیمار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

دیکھیں پی ، ایچ ، ای دربار ، لائن ایک بندے چار
خالی نلکوں کا شکار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

ذرا دیکھئے اب فون ، پیسے لوگوں کا یہ خون
ٹوٹی رہے ان کی تار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

کیسا اپنا محکمہ مال ، اس کا پوچھو کیا تم حال
یہ تو سارا بھرشنا چار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

حضرت دیکھو اب جنگلات ، جہاں بوٹے پانچ سات
مگر گارڈوں کا انبار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

دیکھو سیاسی پہلوان ، کوئی کوئی ہے بلوان
باقی سارے ہیں مٹکار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

جہان دودھ ملائی گئی ، وہ ہے پی ، ڈبلیو ، ڈی
بنے دن میں کوٹھی کار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

جہاں ملے قلمی مار ، وہ ہے بجلی کا دربار
لینے آٹھ لکھنے چار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

چلو چلے اب بازار ، دیکھیں کیسا ہے بیوپار
دیکھو ہر سولٹ مار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

تھانے کبھی نہ تم جانا ، جہاں جانا اور پچھتانا
جیتی بازی جاؤ ہار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

میرا جموں کاشمیر ، جو تھا جنت بے نظیر
اب ہے رشوت کا بازار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار

بہنل جائیں اب کہاں ، وہ ہے کون سا جہاں جہاں
بچے گی دستار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار



ووٹر کو سمجھ نہ آئے (پیر وڈی)

کوئی اتخل کہاں سے آئے، جسے لیڈر کوئی بنائے

کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

جس Man کو بنایا، اُس نے ٹھینکا دکھایا، حق بات کو چھپایا، کمزور کو ستایا

نکا بڑا رہزن، خوب لوٹا ہے وطن، بنا دلوں کی چھین، ہوا جینا ہے کٹھن

کوئی کسے ایم، ایل، اے بنائے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے

کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

لیڈر جو بھی گھر آیا، اُس نے گلے سے لگایا، ہاتھ پاؤں میرے چومے، اور مال بھی دکھایا

میں نے اُس کو کہا، چل دور ہٹ جا، مال ٹال نہ دکھا، یہ پیار نہ جتا

کوئی آنٹ کہاں سے لائے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے

کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

کاش گاندھی کوئی ہوتا، اشفاق کوئی ہوتا، کوئی بھگت سنگھ ہوتا، آزاد کوئی ہوتا

ہوتا سچا غنچوار، ہوتا غربا کا یار، رکھتا ہوصلے بلند، کرتا ڈوبتوں کو پار

ایسا بریو کہاں سے آئے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے

کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

کل ایک Man دیکھا، بڑا بے چین دیکھا، لمبی چوڑی کی تقریر، جوتھی بڑی بے نظیر

میں صبح بدل دوں گا، میں شام بدل دوں گا، بدل دوں گا میں جہاں، میں نظام بدل دوں گا

جھوٹے گیت جو اُس نے گائے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے

کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا



اردوسی حرفی

گفتی

(قلام نمى شہباز بھروٹہ راجوری)

ادب میں ہیئت کا ایک مسلمہ مقام ہے۔ مونکڑ تخیل، مونکڑ ہیئت میں ڈھل کر اثر آفرینی میں اضافہ کرتا ہے۔ شعری اصناف میں ہر صنف کی اپنی انفرادی شناخت، امتیاز اور آہنگ ہوتا ہے، جو الفاظ کی معنوی سرحدوں سے گذر کر قاری اور سامع کو حسی سطح اور جزباتی اتار چڑھاؤ سے آشنا کرتا ہے۔ مخصوص آہنگ، ابھرنے والی داخلی موسیقیت، تکراری صداؤں اور مخصوص لب و لہجوں سے بافتہ یہ تاثر کارگر رہتا ہے۔

اُردو ادب میں عظمت اللہ خان کے خلاق ذہن نے اوزان و بحر کے نئے تجربے کئے۔ پھر ایک سلسلہ چل نکلا۔ تاحال اس میں ہانگو، سامیٹ، تراکے، ٹلاٹیاں، نثری غزل، ماہیا، بارہ ماسہ وغیرہ کے تجربات کئے گئے۔ آزاد نظم اور جدید نظم نے اپنی سحر انگیز روایت کے جلو میں اُردو شاعری کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

اسی طرح ”سی حرفی“ پنجابی، پہاڑی اور گوجری زبانوں کی متداول صنف ہے۔ جس میں طویل بحر میں چار مصرعے قافیہ و ردیف کی تکرار سے لکھے جاتے ہیں۔ ان کا آہنگ پنجابی کی مثنوی کے رائج الوقت اور متعارف داستانی ادب کے بحورو اوزان کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہیں مناسب لحن کے ساتھ مترنم پڑھنے سے سامع پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ان سی حرفیوں میں عموماً عارفانہ خیالات منظوم کئے جاتے ہیں۔ ہجر و فراق کی الم انگیز کیفیات کو مناسب استعاروں اور تشبیہوں کے ذریعہ متبادر کیا جاتا ہے۔ روحانی میلانات والے شاعر کے ہاں یہ بھی پیغام کا ایک ذریعہ ہے۔

چونکہ یہ تجربہ راقم السطور کے علم کے مطابق متذکرہ بالاتین زبانوں میں ہی تھا۔ اگرچہ یہ تصور استناد کا اعلان نہیں لیکن زیر نظر مجموعہ جناب خورشید بیکل کے اردو میں اس تجربے کا پرتو ہے۔ اس ”سی حرفی“ کے بارے میں مصنف محترم خود اظہار کر چکے ہیں کہ انہیں حالت خواب میں ہیئت اور الفاظ خود بخود لبوں پر آ گئے۔ پھر چند ایک بند اُسی وجدانی کیفیت کے ڈھلے اوزان و بحر پر تخلیق کئے گئے۔ خیالات کے لحاظ سے یہ ”سی حرفی“ لازمی طور پر اردو غزل کے قریب ہے۔ اس میں وحدت تاخر یا شدت جذبات کی تلاش و یافت مستقبل کی بات ہے۔ ہر تجربہ آئی و جادوانی گردش کا اسیر ہے۔ ادب کی اقلیم سماج کے تمام تناظرات سے مملو ہوتی ہے۔ مقامی احوال و اثرات بیکل صاحب کی اس ”سی حرفی“ سے مترشح ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے محسوسات کو اس فارم کا لباس پہنایا ہے۔ بیکل کے ہاں کچھ محسوسات نسا لو جیائی شد و مد سے ابھرتے ہیں۔ سماجی رشتوں کا درد بھی گہے گہے ایک نمکین کیفیت سے دوچار کرتا ہے۔ انہیں ”شین شاعری تب عظیم ہوگی، جب عشق سے دل مخمور ہوگا“ کا بھی دعویٰ ہے۔ بیکل اس ”سی حرفی“ میں کہاں تک فن کے اسرار و رموز سے بختاور ہو سکے ہیں۔ اس تخلیق کے Diction معروضی متبادلات پر تلاش و یافت کا معاملہ مستقبل کے ادب شناسوں کا حق محفوظ ہے۔ چونکہ یہ تجربہ اپنے تناظر کے لحاظ سے نیا اور پہلا ہے۔ اس لئے حوصلہ مندی کا مظہر ہے۔ دشت الفاظ میں جادہ پیمائی کوہ کنی ہے اور فرہاد نصیبی اعتراف طلب۔



الف:- اللہ رسول کا نام لے کر نئے طرز کا کروں آغاز بیکل
حیرت زدہ ہونگے احباب اپنے، ایسا بنا دلکش انداز بیکل
ملی سوچ گہری اظہار پیارا، لفظ ملے ہیں پُر اعجاز بیکل
شکر اُس کی ذات کا خوب کریئے، جو ہے صاحب طرز طراز بیکل

ب

بے:- بات کرنا ہوا بہت مشکل، میرے رب یہ کیا ہے دور آیا
جگہ جگہ ہے موت کا رقص جاری، ہر طرف سے کیا یہ شور آیا
ہر آنکھ پُر غم پُر درد سارے، کیا طرز یہ کیا ہے طور آیا
ہوا شہر سُنان سنان بیکل، کیا ظلم اور کیا یہ جور آیا

پ

پے:- پاک ہونگے کب قلب اپنے، نظر آئے گی کب بہار بھائی
کب ہاتھوں میں امن کے پھول ہونگے، شہر بنے گا کب گلزار بھائی
کب ہونٹوں پہ ہونگے بول میٹھے، کب آنکھوں میں ہوگا پیار بھائی
کبھی پوچھتے ہیں یہ سوال بیکل کب ہوگا ختم یہ آزار بھائی

ت

تے:- تکیہ اُس کی ذات پہ رکھ، نگہبان جو ہے صبح شام تیرا
عرش فرش جس کے، لوح قلم جس کے، جس کی نظر میں ہے در بام تیرا
کرے جو آفاق پہ حکمرانی، اُسی نام کا ورد ہے کام تیرا
بس اُسی اک ذات کو ڈھونڈ بہل جس ہاتھ آغاز انجام تیرا

ٹ

ٹے:- ٹالنا آج کا کام کل پر، کرے زندگی کو برباد بہل
لحہ لہجہ کی کریں جو قدر دانی، وہی ہوتے ہیں شاد آباد بہل
وہی آنکھ والے وہی عقل والے، طمع حرص سے جو آزاد بہل
اُن کے دم سے سارا جہان روشن، کریں جو خدا کو یاد بہل

ث

ثے:- ثمر کرنی کا لازماً ہے، ممکن ہے لیکن تاخیر ہونا
نیک کام کا ہے انجام بہتر، لیکن شرط ہے خوب تدبیر ہونا
کفر ہے مغموم مایوس ہونا، ترے خواب کی ہے تعبیر ہونا
ملاعمر! تخریب کا غم نہ کر تیرے شہر کو ہے تعمیر ہونا

ج

جیم :- جو بھی شخص مغرور ہو گا وہ جیت کر بھی ناکام ہو گا
ملعون ہو گا فرعون ہو گا ، ہامان کیساتھ انجام ہو گا
رہ جائیگے نیک اعمال باقی ، ہر بُش، بلیئر، گناہ ہو گا
پیغام سنا ہر گام بسمل نیکوکار کا تذکرہ عام ہو گا

چ

چے :- چمکتی ہے تب چاریاری ، جب جیب تیرے بھرپور ہونگے
ہوگی رونقوں کی صبح شام بارش ، سب غم تیرے کافور ہونگے
راتوں رات بدلے گا طرز سارا ، نئے ڈھنگ اور نئے دستور ہونگے
وفادار بسمل وہ لوگ ہونگے ، جو کہ صدیوں سے رہے دور ہونگے

ح

حے :- حق کی بات ہے سخت مشکل ، کھلے کس طرح سے یہ زبان بسمل
یہ ہے جبر اور جھوٹ کا دور آیا ، چلیں کس طرح سے اذہان بسمل
ہوئی مٹی پلید شرافتوں کی ، کہیں چور خود کو خاندان بسمل
عز ازیل کو بھی جو ہیں مات دیتے ، ہوئے وہ پیدا انسان بسمل

خ

خے:- ختم ہوگی سب حکمرانی رہیں گے نہ محکم احکام باقی
سب ختم دستور منشور ہونگے ، رہے گا نہ کوئی نظام باقی
رہیں گے نہ شمس نہ قمر باقی ، نہ صبح باقی نہ شام باقی
مٹ جائیں گے سب جہان بے تکل رہ جائے گا بس اک نام باقی

د

دال:- دل کو دائمی پاک رکھئے ، گر خوشی کا ہو انتظار صاحب
کسی دل کو دکھ نہ تم دینا ، بننا کبھی نہ دل آزار صاحب
تیرے ہونگے بلند اقبال صاحب ، ملیگی ممتاز دستار صاحب
قدر اُقربا کی ہے حکم ربی ، کرنا دشمنوں سے بھی پیار صاحب

ڈ

ڈال:- ڈر اور خوف اذہان پر ہیں ، انھیں کر تو اب کافور مولیٰ
ہر چہرے کو رونقیں بخش مولیٰ ، ہر قلب کو کر پُر نور مولیٰ
بارش رحمتوں کی اب خوب دیدے ، سوکھے کھیت کر دے سرور مولیٰ
مانگے یہ دعا خورشید بے تکل کر ملک میں امن امان مولیٰ

ذ

ذال:- ذات جماعت پر فخر کرنا، کم ذات کی ہے پہچان بےکل
رنگ نسل سے اٹھ کر جو سوچیں، وہی ہوتے ہیں بھلے انسان بےکل
کروائس انسان سے بہت زیادہ یہی اپنا دین ایمان بےکل
جنگ، جدل کو اب تم تھوک ڈالو، پیدا امن کے کرو امکان بےکل

ذ

ذال:- ذکر اُس ذات کا کر بندے، عرب عجم کی جس سے شان بےکل
جس کی رونقیں عرش اور فرش پر ہیں جس نے روشن کیا جہان بےکل
جسے کہیں سلام ملائکہ سب، مولیٰ خود جس کا نگہبان بےکل
عیسیٰ، موسیٰ نے جس کی جستجو کی، سر و پا جو ہے قرآن بےکل

ر

رے:- راستی پر جو لوگ ہونگے، سب کام اُن کے آسان یارو
ہر گام پہ وہ محفوظ ہونگے، رب اُن کا خود نگہبان یارو
رکھو زیر دستوں سے قرب اپنا، اونچی ہوگی تمہاری شان یارو
دامن عاجزی کا نہ چھوٹ پائے، یہی ہے حدیث قرآن یارو

ز

زے:- زاغ صفات انسان اکثر، ملے یہاں کوئی شہباز بگل
بدل گئی زمانے کی چال ساری، بدل گئے سبھی انداز بگل
کسے جا کے دل کی بات کہئے، ملیں کہاں سچے ہمزاز بگل
پلک جھپکنے میں رنگ بدل ڈالیں، نئے دور کا یہ اعجاز بگل

س

سین:- سوچ کے کر کلام اپنا، دانش مندوں میں ہو شمار تیرا
دھوکہ دغا ہے بڑی ذلیل خصلت، پکا سچا ہو قول قرار تیرا
کر درد مندوں کی دستگیری، رب کرے بلند وقار تیرا
نیکی کر دریا میں ڈال بگل، انشاء اللہ بیڑا پار تیرا

ش

شین:- شاعری تب عظیم ہوگی جب عشق سے دل مخمور ہوگا
خونِ جگر سے اشکِ رنگین کرنا، جب شاعروں کا دستور ہوگا
دل ٹوٹ جائے تو غم نہ کر یہ تو ٹوٹ کر ہی کوہِ طور ہوگا
کھلیں راز رموز تمام بگل جب ذہن تیرا پُر نور ہوگا

ص

صاد:- صلح کا کرو آغاز جلدی ، ہند پاک کو کرو قریب بھائی
جنگ جدل کی راہ مسدود کر دو ، بنو امن کے پھر نقیب بھائی
☆ رب اٹل ، پرویز کو سمجھ دیدے ، بنیں کبھی نہ یہ رقیب بھائی
ملیں غم کی یہ طویل راتیں ، جاگیں اپنے پھر نصیب بھائی

ض

ضاد:- ضد عداوتیں بھول جاتے ، اور امن کی اب سوغات دیتے
بے خوف ہمارے دن ہوتے ، بے خوف سی ہم کو رات دیتے
راہیں ہوں ہموار ترقیوں کی ، روشن روشن سے اب حالات دیتے
آگ دشمنی کی ہے خوب برسی ، اب دوستی کی برسات دیتے

ط

طوئے:- طمع لالچ سے باز رہنا ، یہ تو پاؤں کی ہیں زنجیر بہل
ہے یہ مال اسباب سراب سارا ، رب سے مانگ تو خیر کثیر بہل
ہوئے عقل شعور سے وہ عاری بنے ہو س کے جو اسیر بہل
دل غنی کر لو دل نخی کر لو ، رب کرے گا روشن ضمیر بہل

ظ

ظوئے :- ظلم مظلوم کا ذکر کیا ہو، اس شہر کا ہے ہر کام مشکل
کوئی کرے تعمیر کی کیا باتیں، جہاں ہو آغاز انجام مشکل
یہاں سانس لینا بھی ہے سخت جانی، پل بھر کا یاں آرام مشکل
بنی کیا تقدیر، تدبیر بسکل، میری صبح مشکل میری شام مشکل

ع

عین :- عید ہماری عید ہوتی، سب غم اپنے کافور ہوتے
میرے گاؤں میں نہ کوئی آنکھ روتی، میرے شہر میں سب مسرور ہوتے
بچے رقص کرتے پُر کیف ہوتے، سب گھر آگن پُر نور ہوتے
ہوتی مزے مزے کی عید بسکل ملتے وہ احباب جو دور ہوتے

غ

غین :- غیر کو بھی اعزاز دینا، میرے شہر کی ہو پہچان بسکل
ہوتا رحمتوں کا نزول ان پر، بنتے آدمی سے انسان بسکل
مٹے ظلم و جبر کی حکمرانی، مانگے ملک میں امن و امان بسکل
ربادے نجات ان لیڈروں سے، کئے جنہوں نے ملک ویران بسکل

ف

فے :- فضل اللہ سے مانگ حامد، تجھے کرنا ہے پھر آباد کابل
بنیں تاجک، پشتون تمام بھائی، کبھی پھر نہ ہو برباد کابل
پیدا ہوں یہاں عطار، رومی، بنے دین کا پھر عماد کابل
کرے یہی دعا خورشید بسمل، اللہ کرے پائندہ باد کابل

ق

قاف :- قسمت جب کھینچ لے ہاتھ اپنا، جیتی بازی بھی جائیں گے ہار بسمل
سب بھاگ جائیں گے یار بیلی، روٹھ جائے گا سب سنسار بسمل
منہ موڑ دیں گے خاص الخاص اپنے، سبھی پھول بنتے ہیں خار بسمل
رب کرے نہ رحمتیں کم اپنی، بنا جن کے آدمی خوار بسمل

ک

کاف :- کبر، کدورتیں، کذب سارے، رکھیں عقل شعور سے دور بسمل
زن، زر، زمین کی حرص فتنہ، رکھیں آدمی کو رنجور بسمل
دولت، محسن، جوانی، عارضی ہیں، ہوتا کیوں کوئی مغرور بسمل
فقط رب کی کرو رضا حاصل، باقی سب ہی کچھ فتور بسمل

گ

گاف:- گھر کی کرو تم قدر دانی، گھر سے بنے گی اُونچی شان بھائی
گھر ہو گا تو چلے گی ساتھ دُنیا، ورنہ کہیں گے لوگ انجان بھائی
رکھو پیار، وفا، اخلاص گھر میں، بنا ان کے گھر ویران بھائی
گھر بنے گا تیرا فردوس بیکل، گھر میں رکھو نماز قرآن بھائی

ل

لام:- لائق صد آداب وہ ہیں، کریں جو بھی خیر کے کام یارو
جن کے دم سے رونقِ شہر باقی، مملک کریں جنہیں سلام یارو
موٹی رکھے محفوظ اُن ظالموں سے، جن سے ہوئے انسان بدنام یارو
کئے جنہوں نے تخت تاراج بیکل، بگڑے جن سے نظمِ نظام یارو

م

میم:- مہنتی جو بھی لوگ ہونگے، رب اُن کو فضل کمال دے گا
اُن کی کرے گا مشکلیں دور ساری، آئی آفتوں کو بھی ٹال دے گا
ہونگے وہ منصور، مقبول ہر دم، اُنھیں زردے گا اُنھیں مال دے گا
بیکل ملے گی اُن کو حکمرانی، اُنھیں جاہ دے گا، جلال دے گا

ن

نون:- نوحہ خواں ہے جہان سارا، سنے کون تیرے حالات بےکل
کیسے گزریں ماہ و سال تیرے، کیسے گزریں دن اور رات بےکل
پُر دم رہنا پُر ہوش رہنا، یہاں دیتے ہیں اپنے مات بےکل
گہری اُن پہ رکھنا نظر اپنی، چلے جو ہیں تیرے ساتھ بےکل

و

واؤ:- وصل اور فصل کے تذکروں کا چھوڑیں طرز طریق تمام شاعر
بال خال کے تذکرے بھول جائیں، بھول جائیں اب ساغر و جام شاعر
رکھیں پاک خیال، زبان پیاری، لکھیں صاف سُستہ کلام شاعر
نئے دور کا کریں آغاز بےکل، چھوڑیں لہو لعب ابہام شاعر

ہ

ہئے:- ہاتھ جب آئے گا ساتھ اُس کا، تیری بات میں عجب تاثیر ہوگی
ہو گا جانفزا کلام تیرا، معجز نما تیری تحریر ہوگی
ہو گا عرش اور فرش پر ذکر تیرا، کیا خوب تیری تقدیر ہوگی
تیرے ہاتھ سے ہو گا فیض جاری، تیرے ہاتھ میں خاک اکثیر ہوگی

ی

یے:- یادری کر تو پاک مولیٰ، میرے اُلجھے کام بنا مولیٰ
پیش نظر ہو حشر کی سخت گرمی، باقی غموں سے کر رہا مولیٰ
رطبِ اُلسان رہوں تیرے ذکر سے میں، رگ رگ میں تو سما مولیٰ
رحمت رہے تیری میرے ساتھ ہر دم، ایسی راہ پہ تو چلا مولیٰ



اشعار

جو جینا تھا جی چکے، اب تو وقت گزاری ہے
ہر لمحہ اک مایوسی ہے، ہر لمحہ بیزاری ہے

طاقِ نیاں میں سب پھینکو، بسکل اپنی یادوں کو
جو بازی بھی جیتی تم نے جو بازی بھی ہاری ہے



مثنوی خیرِ کثیر

اول حمد خدایا تیری تو ہے سب کا والی
بنا تمہارے جینا اپنا خالی ، خالی ، خالی

اول تیرا ، آخر تیرا ، ظاہر باطن تیرا
پل بھر کے مہمان یہاں ہم پل بھر کا ہے ڈیرا

سوکھا باغ ہرا کر میرا دے ایسی برساتیں
خوب پھلیں سب آس کے بوٹے دے ایسی سوغاتیں

دے بہار میرے گلشن پر نکھرے ڈالی ڈالی
در پہ تیرے ہاتھ پیارے دے صدا ہر مالی

فضل تیرے کی آس ہے مجھ کو اور امید نبھی ہے
بخش طفیل رسول اللہ ﷺ کے جو تقصیر ہوئی ہے

بن مانگے تو دینے والا کرے احسان ہزاروں
مجھ پر جو انعام کئے ہیں کیسے شکر گزاروں

آگ کو تو گلزار بنائے تیری شان نرالی
تیرے در پر دیکھ رہا ہوں جیا جون سوالی

تو ہی خوشیاں دینے والا تیرے ہاتھ رُلانا
عزت ذلت ہاتھ ہے تیرے محنت اک بہانہ

راہیں مشکل دور ہے منزل تجھ بہن کون ہے میرا
ہر سو وحشت گھپ اندھیرے تیرے ہاتھ سویا

مجرم سے منصور بنانا صفت ہے یہ رحمانی
رحمت سے نومید ہو جانا خالص کام شیطانی

کیا مجال ذرہ مل جائے بہن احکام خدائی
اُس کے نوری، ناری، خاکی، اُس کے مرغ و ماہی

ای، او راضی کر لو یہ ہے حکم قرآنی
ان کو سر آنکھوں پر رکھ لو جو چاہو سُلطانی

سچے رستے بہت ہی مشکل پُر دم ہو تو چلنا
مٹی میں مٹی ہونا ہے پھر جا کر ہے کھلنا

جو چاہو سر اونچا اپنا صحبت اونچی رکھنا
بے عملی ہے زہر قاتل بے عملی سے بچنا

گھر روشن ہوں بن جاتے ہیں دشمن بھی پروانے
تاریکی میں ساتھ رہیں جو وہ سچے یارانے

تنگی طلبی جیون ساتھی اس سے نہ گھبرانے
چند لمحوں کے موسم ہمسلا اب آنا اب جانا

دن باقی ہے جلدی کر لو گر پانی ہے بھرنا
تاریکی جب آپہنچے گی پھر گھر جاتے ڈرنا

غافل بندے جاگ سویرے نہ کر نیند پیاری
منزل دور، ہیں رستے مشکل کر لے کچھ تیاری

محنت کر کے راکھ جو پاؤ اُس کو امرت جانو
لوٹ کھسوٹ کے ایم و ذر کو زہر قاتل مانو

درد مندوں کی قربت اچھی روشن کر دے سینہ
مرنا پھر ہے کام سوا یا جینا پھر ہے جینا

بد عملوں کی صحبت سے کب فیض کسی نے پایا
کیکر پر انگور چڑھائے ہر گچھا زخمایا

گھر گھر میں ہے ماتم چھایا گھر گھر آفت آئی
بیٹا بنا ہے باپ کا دشمن بھائی مارے بھائی

ملے نہ صاف ہوا نہ پانی نہ ہی خالص کھانا
ایسے شہر جہنم خالص ان میں کیونکر جانا

کوٹا، کوئل، طوطا، مینا چھوڑ کے بستی بھاگے
بندے لہ ماحول کے پسمل لوٹ رہے ہیں دھماگے

پیار محبت دین کے قصے ہیں انمول خزانے
یہ نہ ہوں تو جنت گھر بھی بنتے ہیں ویرانے

داناؤں نے اس دنیا سے کب ہے آنکھ ملائی
اس کے جال میں جو بھی آیا اُس نے لی رسوائی

جو تقدیر میں لکھا ہو گا وہ سب کو مل جائے
رونا جس کی قسمت میں ہو اُس کو کون ہنسائے

صبر کرو تو پھل پاؤ گے بن جاؤ گے ہیرو
بے صبری گھاٹے کا سودا بن جاؤ گے زیرو

سدا رہے نہ دولت باقی، سدا نہ محسن جوانی
سدا نہ جانی دشمن باقی، سدا نہ دلبر جانی

علم وہی ہے جس کو پا کر بندہ بنے فرزانہ
معصیت کافور ہو جائے جنت بنے ٹھکانا

عشق مجازی سر کی بازی جان نکلے ڈر ڈر کے
بلا تکلف عشق کہاں پر جو پائے سو مر کے

ذاتوں پر جو اتراتے ہیں وہ شیطان کے بھائی
ان لچروں سے بچ کے رہنا یہ سارے سودائی

توڑو نفرت کی دیواریں صاف کرو اب سینہ
گر آقا ﷺ کے ہاتھوں تم کو آب کوثر پینا

مالی کا تو کام ہے اتنا پانی خوب بہائے
یہ تو بس مالک ہی جانے پھل آئے نہ آئے

رشتے ناٹے جھوٹے بے عمل ان پر نہ اترانا
تنہا آئے تنہا رہنا تنہا ہی ہے جانا

کچھ چہرے ہیں پیارے پیارے ناگ ہیں پر زہریلے
باطن میں ابلیسی ہیں یہ ظاہر میں شرمیلے

میں جو اعداء خوشی نہ کریئے احباب کو بھی جانا
اس بستی کو سب چھوڑیں گے ہو گا وہ ٹھکانا

جس دل میں نہ عشق سموئے کتنے اُس سے چنگے
مالک کے دروازے اوپر سوئیں بھوکے ننگے

جیب رکھو گے بھر کے "اسمل" بنے گا یار زمانہ
خالی جیب اگر ہو جاؤ گھر پر بھی نہ جانا

میں ہوں تیرا عاجز بندہ تو رحیم رحمان
ناؤ میری ڈوب رہی ہے تو ہی پار لگانا

ہم سب کو ہے لوٹ کے جانا، جانا باری باری
سدا بہار تو ایک وہی ہے دنیا جس کی ساری

جھوٹی دنیا، دولت جھوٹی، جھوٹے سب یہ میلے
ایک ہی ذات بھروسے والی باقی سب جھیلے

عزت ، عظمت ، دُنیا ، دولت اِن کا مان نہ کرنا
پل بھر میں جو تخت اُچھالے بس اُس کا دم بھرنا

منکوں کو تو شاہی دے دے شاہوں کو رسوائی
تیری ذات معتمدہ خالص سمجھ بہت کم آئی

میں آغل میرے کام ہیں آغل پر افضل سے رشتہ
ہوئی آسں ہر مشکل بسمَل ہوا آسں ہر رستہ

جس گھر میں ہو لڑنا بھڑنا رحمت سے وہ خالی
ایسے باغ کے بوٹے سوکھیں سوکھے ڈالی ڈالی

تلخ کلامی کام آئے گی یہ ہے خام خیالی
وہ کلمہ مہمل ہے بسمَل جو حکمت سے خالی

خاص کلام عوام سے کرنا کون کہے دانائی
داناؤں نے ہم کو کتنی اچھی بات بتائی

کوئی ظاہر کوئی باطن روئے خلقت ساری
ہاں دنیا میں کون ہے بے لعل جو ہے غم سے علی

موت سے محشر تک کے رستے انجانے انجانے
راہ میں جو چہرے دیکھو گے بیگانے بیگانے

حسن پری اور یوسف چہرے خاک میں سب کو جانا
کام کرو تم بے لعل ایسا یاد کرے جو زمانہ



نظم شانِ خدائی

ایک شجر پہ اک دن بیٹھی اک چڑیا بیچاری
 تاک میں جس کی باز تھا اوپر نیچے ایک شکاری
 تھی اس سوچ میں ڈوبی چڑیا کیسے جان بچائے
 ہر سو موت ہے پر پھیلانے کس سمت اڑ جائے
 بیٹھ رہے تو تاک میں بیٹھا مارے تیر شکاری
 اڑتی ہے تو باز کی زد میں کیا کرتی بیچاری
 لیکن دیکھو قدرت رب کی کیسے چڑی بچائی
 غم کافور کئے دکھیا کے ٹالی موت جو آئی
 ناگ آیا اور ڈسا شکاری چوک گیا نشانہ
 تیر چلا اور باز کو مارا دیکھو رنگ ربتانا
 صحیح سلامت ڈال پہ بیٹھی چڑیا بات سنائی
 جو ماریں وہ خود ہی مر گئے دیکھو شانِ خدائی



پہاڑی کلام

ڈاکٹر صابر مرزا راجوری ۱۲ فروری ۲۰۱۰ء

خورشید بیکل ہوراں ناں پہاڑی شعری مجموعہ نظر نواز ہو یا، اس مجموعے بچ شامل پہاڑی کلام بیہوش پُراثر، سہل، تہ آسان زبان فی ترجمانی کرنا اے۔ بیکل صاحب مقصدیت پسند شاعر ہیں، ور کدے کدے انہاں فی شاعری رومان پرور فضاواں بچ وی اڑان پہرن لگی پینی اے۔ انہاں نے کلام بچ ہجرناں سیک تے عشق فی ترف واضح طور ور محسوس ہونی اے۔

اس مجموعہ کلام بچ حمد باری تعالیٰ تے مناجات تھیں علاوہ چھ نعتاں شامل کیتیاں ہیں۔ حمد و نعت شامل کری تے انہاں اس صنفِ سخن بچ جتھے اپنا زور قلم دیا اے۔ اُتھے ئی اس صنفِ سخن نے دامن کی وسیع تر کرنے فی کوشش وی کیتی اے۔ حمد و نعت نے شعراں بچ بیکل ہوراں نے حقائق فی سوہنی تے خوبصورت جہلک پیش کیتی اے۔ بیکل جتھے کائنات ناں مشامدہ کرنے ہیں اُتھے ئی ایہ گل وی آکھن ہیں۔ جے اے اللہ! ایہ سارے کمالات تئساں نے ہیں جنہاں فی بدولت ایہ سارا عالم عالم وجود بچ آیا اے۔ جہڑا بہوں بے مثال اے۔

انہاں نے نزدیک خاک کی نوری تہ ناری ہی نہیں، اے ساری دُنیا اک کنبے فی طراں اے۔ اوہ امید نے باغ باغ تہ بوٹے فی ٹاہلی ٹاہلی جھکی اللہ تھیں پھلّاں فی بارش منگنے ہیں۔ اپنے آپ کی گنہگار خیال کری تے اپنی چھہ کی ناپاک سمجھی تہ ہزار بار تو ہی تہ فری پاك ﷺ ناں ذکر خیر کرنا مناسب سمجھن ہیں۔ ہوراو اُس تہاڑے نے بے تاباں سنگ

اڈیکوان ہین جے اوہ تیاڑا کدوں آوسی جس تہاڑے اوہ شہر شہر جانی تے نبی نبی ناں ذکر کرن گے۔

بہگل کہنے ہین کہ اُنھاں فی زندگی اک اُداس جُگل فی طراں اے، جسے سارے رستے تہ منزل اُداس ہین اوہ اپنے اس اوکھے سفر فی آسانی تہ زندگی فی خوشنودی واسطے جناب رسالت مآب ﷺ نے ساتھ نے آرزو مند نظر آونے ہین۔ اسے حوالے نال اُنھاں نے حمدیہ تہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرماؤ۔

اے خدا سب کمال ہے تیرا سارا گج بے مثال ہے تیرا
خاکِ نبوی تے ندی سب تیرے ساری دُنیا عیال ہے تیرا
ڈالی ڈالی پھلاں فی بارش دے باغ رکھیو ہرا بھرا موٹی

ہزار باری میں چھہ تہواں نبی ﷺ نے پھر ذکر خیر کر ساں
کدومی اودن نصیب ہوسی نبی نبی شہر شہر کر ساں
ہے زندگی اک اُداس جُگل اُداس رستے، اُداس منزل
ترے کرم ناں جے ساتھ ہویا سفر اے اُدکھا بخیر کر ساں
حمد تہ نعت فی طراں پہاڑی غزل گج بہگل بہوں تلخ تجربات نے عکاس لگنے
ہین اوہ پتھراں نے شہر گج شیشیاں نے پار کرنے ہین اس پار گج اوہ اپنا خون آپ پینے
ہین جہڑا اک صبر آزماء قدم لگنا اے۔
پھر الیکشن نے زمانے ناں تذکرہ کری تہ کہہ روٹاں نے سلسلے گج روزمرانی بے
ہودا تہ گندی سیاست نے پیروں آنے آ لے فتنے تہ فساداں ناں احساس دلائے ہین۔

بیڑے بچ سوکئی بے روٹی تہ ویرانی لہر نے اندر اک بے کس شاعر فی موجودگی
اک کرب تہ لمئے ناں بر ملا اظہار اے۔

جتنی فی بازی ہارنا تھ بچ آئی فی چیز کی ہتھوں کھڑائی چھوڑ ناں ہو رہا پھر اس عمل ور
افسوس یا دکھ محسوس کری تہ ہتھ ملنا انسانی احساسات ناں رد عمل اے۔ جسی بیکل ہو راں
شعری سانچے بچ ٹھہالی تہ فنی خوبی ناں مظاہرہ کیتا اے۔

اوہ سماجی تہ معاشرتی زندگی نے کھوڑ ستم گر معاشرے نے ظلم تہ جبریاں
وارد اتناں فی عکاسی کرنے ہین۔ جے اس سماج تہ اُس نے علمبرداراں تھیں اگر کج مٹھے
بول سننے فی توقع نہیں کیتی جائی سکنی تہ انھاں تھیں گسے ور گسے فی طراں توقع رکھنا بالکل
فضول اے۔ کیاں جے انھاں علمبرداراں غریباں تہ مفلوک الحالاں نے
سینیاں ور نہ صرف ظلم تہ جبر نے پہاڑ تر وڑے بلکہ جو کج وی انھاں تھیں ہوئی سکیا
انھاں کرنے تھیں دریغ نہیں کیتا۔

بیکل صاحب فی پہاڑی غزل بچ مواد تہ ہیئت، رمز، ایمائی جذبات نے
احساسات سب کی کج موجود اے۔ پہاڑی غزل نے اشعار ملا حظہ فرماؤ:-

پتھراں نے کھوڑ شہراں بچ شیشیاں ناں ہپار کرناں ہاں
آپ اپنا میں خون پینا ہاں آپ اپنا شکار کرناں ہاں

پھر وٹاں ناں موسم آیا پھر فتنے کھر کھر تگسو گے
ساں ساں بیڑا کرنا ہو سی اندر اک شہر تگسو گے

ہتھوں باز کھڑائی بیٹھا ایویں نہیں اوہ تھ ملنا سی
اک وی مٹھا بول نہ بولے سینے اُپر منڈھ د لہنا سی

بیکل نے اس پہاڑی شاعری نے مجموعے بچ دو نظماں اک پابند نظم تہ دوئی

آزاد نظم شامل کیتی اے۔ اے بڑیاں معیاری نظماں ہین۔ پہلی نظم اتحادنی ترجمانی کرنی اے۔ جہڑی اس طراں اے۔

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد	زندہ باد جی زندہ باد
اس نعرے بچ جان اساں فی	عزت، عظمت شان اساں فی
اللہ رکھے شاد آباد	گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

دوئی نظم آزاد نظم نے زمرے بچ آونی اے۔ اے انھاں اپنی اہلیہ محترمہ نے ناں لکھی اے، اے اک کامیاب نظم اے۔ میں بکسل صاحب کی انہاں نے اس تازہ خوشبو آمیز جے شعری مجموعے وریلوں منوں مبارک باد پیش کرناں ہاں، نا لے اے امید کرناں ہاں جے پہاڑی زبان تاداب نے سنجیدہ حلقے انہاں نے اس شعری اضافے کی پسند کر سن گے۔



بہگل کا پہاڑی کلام

بشیر خٹک، اقبال نگر سرکٹ پونچھ

جو بھی زبان ہو، جس بھی صنفِ سخن میں طبع آزمائی ہو، بہگل کا کلام معنویت سے لبریز ہوتا ہے۔ بہگل صاحب گویا قافیہ پیمائی، حسین الفاظ کی مالا پروئے کو تفسیع اوقات سمجھتے ہیں ادب کی دنیا میں بہگل نے بی، جی، ایس، بی (راجوری) ”یونیورسٹی کاترانہ“ (اُردو) لکھ کر اپنی حیثیت کا لوہا منوالیا ہے۔ بہگل کے پہاڑی کلام کا مجموعہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حمد، نعت، مناجات، غزلیات اور نظم مثلث پر مشتمل ہے۔ اگرچہ پہاڑی زبان ابھی اپنے بچپن کے ماہ و سال سے گذر رہی ہے۔ لیکن پہاڑی میں بہگل نے اپنی شاعرانہ فنی صلاحیت سے ہر شعر کو با معنی اور معیاری بنا کر دکھایا ہے۔ حمد میں دو ہی اہم اجزاء ہوتے ہیں۔ ایک خدائے ذوالجلال کا قادرِ مطلق اور رحمن و رحیم ثابت کرنا اور دوسرے بندے کا عاجز، بے بس اور فریادی ہونا۔ اس ضابطے کے تحت جب ہم اس مجموعہ کی پہلی ”حمد“ کو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک طرف بہگل اپنے عجزِ کمال کا اظہار کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف رحمن و رحیم کے سامنے دستِ بدعا بھی ہیں کہ اے ربِّ کریم میرے پاس نہ تو علم ہے اور نہ عمل اور پھر میں مشکلات میں بھی گھرا ہوا ہوں۔ تو مجھے سیدھا راستہ دکھا اور مجھے اعلیٰ منزل پر ڈھیر سارے انعامات کے ساتھ پہنچا۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ ع

علم عمل فی مشکل میری کرو آسان خدا یا

سدا ہمارے سوہنی منزل کرو انعام سوایا

حمد کے بعد مناجات لکھتے ہیں تو ربِّ کریم کے دربار میں سفرِ محمود کیلئے اس طرح ملتجی ہیں۔ ع

مدد تاں تھیں ایہہ آرزو مری

سفرِ محمود پر چلا مولیٰ

اسی مناجات میں شہرِ رسول ﷺ کی زیارت کیلئے والہانہ التجا یوں کرتے ہیں۔ ع

ابرنیساں

مدینے نے آقا ﷺ کے قدماں کی پُرمیا
میں پھل تے مدینے نے خدایاں نے صدقے
مدینے نے آقا ﷺ کو ملا دے مدینے
میں حسینؑ تے چارے یاراں نے صدقے

ایک اور مناجات لکھتے ہیں۔ اس میں اپنی فتنی مہارت سے اپنی ایک طرف
بے انتہا بے بسی اور عجز کا اظہار کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف قادرِ مطلق کی قدرت اور
توحید کا وہ نقشہ کھینچتے ہیں جو کسی نہایت ہی فصیح و بلیغ زبان کے شہسوار کے بس میں ہی
ہوتا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

چُملے چمکھڑتے رات انہیری، وحشی گئے چار چو فیری
تیری آس ناں دیا بالائے تیرے باجج مرا کوئی وی نہیں
اس مجموعہ میں جو غزلیات شامل ہیں ان غزلیات میں بکمل نے غزل کے
عام رواج یعنی حسن و عشق، سوز و گداز، گل و بلبل کے موضوع سے ہٹ کر سنجیدگی،
شائستگی اور حقیقت پسندی کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

چن چڑیا اُس دُوب وی جانا، رکھو اِس ناں خیال
کہلیاں آنا کہلیاں جاناں، جاسی ناں کوئی وی نال
رشتے ناتے چھوٹھ ہی سارے، سچی رب نی ذات
دُنیا نی اے دولت، عزت، سارا ہے اک جال
یہ دونوں اشعار غزل کے ہیں۔ اِس میں عشق کی مستیوں کے بجائے ہر شے

کے فنا کا پیغام دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح انسان اکیلا ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اُس نے اکیلے ہی مرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اسی مجموعہ کے آخر میں پہاڑی اور گوجری زبان میں ”نغمہ اتحاد“ لکھا گیا ہے۔ جو صنفِ سخن کے اعتبار سے نظمِ مثلث ہے۔ اس مثلث کو ایک خوبصورت ٹیپ مصرعہ سے سجایا گیا ہے۔ زبان، بیان، سلاست، فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے یہ نغمہ ایک مثالی کلام ہے۔ اس نظمِ مثلث کا مقابلہ اگر آپ ریاست کے مختلف شعراء کے اُردو کلام سے کریں گے تو آپ کو اس ”نغمہ اتحاد“ کی فنی صلاحیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ مثلاً رسا جاوداتی کی اُردو نظم ”برف باری“، سلیس فصیح و بلیغ زبان میں لکھی گئی ہے۔ لیکن اس میں صرف برف کی صعوبتیں گنوائی گئی ہیں اس کے مقابلے میں یہ نظم پہاڑی میں ہونے کے باوجود نہایت ہی فصیح و بلیغ اور سلاست پر مبنی ہے۔ ”نغمہ اتحاد“ میں ایک بکھری ہوئی قوم کو اتحاد کا پیغام دیا گیا ہے جو ایک تعمیر اور ایک مذہبی کارنامہ ہے۔ جس کی معنویت اس نغمہ کو حیاتِ جاوید بخش گئی ہے۔ نمونے کیلئے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

رَلِ مِل ر ہنا حکم قرآنی لڑنا پہونا فعل شیطانی

پاک نبی (ﷺ) ناں اے ارشاد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

کلمہ، حج، نماز سکھانا جنت بس اُس نے ہی جانا

جہڑا چھوڑے بخل تے باد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

چنگا سو ہنا گم سنجھالی گوڈی کھٹھیاں، کھٹھیاں تالی
 روٹی کھاساں نال سواد
 گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
 زندہ باد جی زندہ باد
 چوٹھے لیڈر توڑ کرانے بیراں کولوں بیرسانے
 انہاں پور پھسی کوئی افتاد
 گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
 زندہ باد جی زندہ باد
 بدلو اپنا سوچ روئیہ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا**
 رب نی، آسی کی امداد
 گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
 زندہ باد جی زندہ باد

پونچھ راجوری کے حالات کے پیش نظر اتحاد کے اس قسم کے پیغام کی اشد
 ضرورت تھی۔ اسلئے بکسل صاحب نے یہ ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ہر صاحب قلم کی
 توجہ اس طرف مبذول کرنے کی کوشش کی ہے خدا کرے ہر ذی شعور اس بات کو سمجھے۔





حمد باری تعالیٰ

سب تعریفاں تیریاں مولیٰ تیرے سب شکرانے
محشر دے بچ باج ٹساں تھیں، مندے بہت ٹھکانے

اُس ہاں سارے تیرے بندے، تو سیناں ناں مالک
چند پرند تے شجر ہجر ناں، توئی خالق رازق

علم، عمل نی، مشکل میری کرو آسان خدایا
سدھا رستہ سوہنی منزل کرو انعام سوايا

چارے پاسے ظلم جبر ناں ہويا بہت انہیرا
رحمت دا مینھ دیو خدایا، ہووے امن سویرا



اے خدا سب کمال ہے تیرا
سارا کُج بے مثال ہے تیرا

خاکی، نوری تے ناری سب تیرے
ساری دُنیا عیال ہے تیرا

اُس تے سارے فناہ نے چکر چُج
ناں بس لازوال ہے تیرا

میرا ہر ساہ تری عنایت ہے
میری اے جان، مال ہے تیرا

اُس فی عظمت ناکہ بیاں بہل
جس نے دل چُج خیال ہے تیرا



مناجات

میں ترے در ناں ہاں گدا مولیٰ
پیش کرنا میں ایہہ دُعا مولیٰ

لوک در بند کر گئے غم نہیں
اپنا رکھیو سدا گھلا مولیٰ

مدتاں تھیں ہے آرزو میری
سفر محمود پُر چلا مولیٰ

شام بٹھا نے بچ اگر گزرے
مگی طیبہ نے بچ جگا مولیٰ

کر ہاں منزل قریب تر میری
رستے سوکھے مرے بنا مولیٰ

تھیلی تھیلی مٹھلاں فی بارش دے
باغ رکھیو ہرا بھرا مولی

پاک بھارت فی دوستی کر ہاں
میری کشمیر کی بچا مولی

پور کہتا ہے جنگ نے روئے
امن ناں گیت ہمن سنا مولی

دست بستہ کھلا تلا بستی
میرے افسر کی دے شفا مولی



نعت پاک

نہیں دُنیا وچ کوئی آپ ﷺ جیا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ
کیستی رب نے آپ ﷺ دی آپ ثنا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

تُس فرشوں عرشاں جانے او، سوہنے رب فی بزم سجانے او
کیستی یہہ کے دوہاں نے خوب صلح، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

پہاویں طائف فی اے شام ہووے پہاویں خندق ناں اے مقام ہووے
دتی ظلم نے بدلے خوب دُعا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

تُساں نور پیالا پیتا ہے، تُساں دور اندھیرا کیتا ہے
ہر درد فی تُساں کول دوا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

تُسے لوک تُساں ہشیار کیتے، تُساں ڈبے بیڑے پار کیتے
سُکا باغ کیتا ہے تُساں ہرا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

کدو تگساں مکے مدینے کی، ٹھنڈ پیسی مہاڑے سینے کی
رب دے بیکل غارِ حرا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ





سروری چنگی لگی نہ خسروی چنگی لگی
می تے آقا تیرے دَر نی چاکری چنگی لگی

تذکرے قرآن مجید میں بہت جنت نے مئے
او وی چنگی پُر مدینے نی لگی چنگی لگی

مُس جدوں بولے تے بنیا زہروی آپ حیات
دشمنان کی وی مُساں نی دوستی چنگی لگی

شہنشاہ ہو کے فقیرانہ گذاری زندگی
عرش والے کی مُساں نی عاجزی چنگی لگی

ٹاکیاں لانا تے بُو کھانا مُساں کیتا قبول
میرے آقا (ﷺ) کیہ غضب نی سادگی چنگی لگی

نعت کیہ لکھی میں بسملِ خوشبوای می کہریا
مصطفیٰ نے تذکرے نی می کہروی چنگی لگی



لوح لکھاں میں قلم لکھاں، ٹساں کی عرشاں فی شان لکھاں
زبور لکھاں، توریت لکھاں، انجیل لکھاں، قرآن لکھاں

ملائکاں ناں کلام لکھاں، کہ انبیاء ناں امام لکھاں
میں اقصیٰ لکھاں، میں حرم لکھاں، خلیل فی میں اذان لکھاں

میں رحمتاں ناں خزانہ لکھاں، کہ قدسیاں ناں قرینہ لکھاں
ٹساں کی لوح ناں سفینہ لکھاں، کلیم فی میں زبان لکھاں

خدائے برتر تھیں بعد بہتر سوا ٹساں نے کوئی نہیں ہے
میں ناقص و نابکار بے تکل کیہ عظمتاں ناں بیان لکھاں





مدینے نی گلیاں بازاراں نے صدقے
میں اُس شہر نے سبزہ زاراں نے صدقے

مدینے نے آقا ﷺ نے قدماں کی مَحمیا
میں مَکھل تے مدینے نے خلل نے صدقے

جو ہو گے نی پیوند خاکِ مدینہ
اُنہاں غازیاں جاں ناراں نے صدقے

مدینے نے آقا ﷺ بُلاؤ مدینے
میں حسنینؑ تے چار یاراں نے صدقے

جدوں نظر آسی گا سکہِ خضرئی
کراں جان اُسنی بہاراں نے صدقے



مناجات

تیرے باج میں کس کی لوڑاں، تیرے باج مرا کوئی وی نہیں
تیری رحمت دیاں آساں، تیرے باج مرا کوئی وی نہیں

توئی ہے سیں، توئی ہو سیں، توئی زخم میرے کی تہو سیں
تیرے باج میں گس کی آکھاں، تیرے باج مرا کوئی وی نہیں

چہلے چہکھو تے رات انہیری، وحشی گئے چار چو فیری
تیری آس، ناں دیا بالاں، تیرے باج مرا کوئی وی نہیں

مہاڑے پیر جدھر وی اُٹھے، اُتھے اگ انگارے بٹھے
رکھو لاج مری ہن سائیاں، تیرے باج مرا کوئی وی نہیں

اس دُنیا نے رنگ نہ رالے، زوراں جبراں نے سارے چالے
گس پاسے بسکل جاساں، تیرے باج مرا کوئی وی نہیں



نعت پاک

ہزار باری میں چھ تہواں ، نبی ﷺ نے فر ذکر خیر کرساں
کدو می او دن نصیب ہوسی ، نبی نبی شہر شہر کرساں

کدو ٹو آکھیاں کی نور دیسیں ، کدو دے کی سرور دیسیں
اے آس ناں بن ہراوی ہوسی ، کدو مدینے فی سیر کرساں

گناہ میں بے حساب کیلتے ، بنے نے گم سب خراب کیلتے
کرم ٹساں ناں اگر نہ ہو یا ، میں جان پُر کتنے قہر کرساں

ہے زندگی اک اداس جنگل ، اداس رستے ، اداس منزل
ترے کرم ناں جے ساتھ ہو یا ، سفر اے اوکھا بخیر کرساں

پلاؤ زمزم نیاں پھوہاراں ، حرم نیاں می دسو بہاراں
جے جام رحمت پلاؤ آقا ﷺ میں زندگی کی نہ زہر کرساں

دلاں نے ڈونگے سمندراں تھیں ، ہے آج بھلی آواز آئی
تو میری نگری تھیں دور رہنا ، میں کس طرح تیری خیر کرساں



پہاڑی غزلیات

نائیں یاد تھی کُج وی اقرار جو کیتا سی
اک روز محبت دا اظہار جو کیتا سی

سجدے کُج سر رکھیا تر چھہ ذکر کُج سی
انجام بُرا ہو یا انکار جو کیتا سی

بالاں نی سفیدی نے احساس دلایا ہے
جو سوچیا سب ضائع، بیکار جو کیتا سی

جو اپنیاں دُکھ دتا اوہ دردِ زرا لے بین
میں سارا کی مُہل بیٹھا اغیار جو کیتا سی

مُن اُس نی محبت نے اندازِ زرا لے نی
ہے یاد مگر بے تکل اُس وار جو کیتا سی





جانے رکیاں اُداس بیٹھا سی
بے بدن بے لباس بیٹھا سی

اُج چو فیری مَکھلاں نی بارش ہے
اُج کوئی آس پاس بیٹھا سی

گُس کی آکھاں میں کیسی گدڑی ہے
ہر کوئی نا شناس بیٹھا سی

مَہن قیامت رکڑی پاپا ہوسی
شخص ہر اک اُداس بیٹھا سی

موت جس کی وی دے گئی فرصت
زہر وی اُس کی راس بیٹھا سی

نغم نی ایسی ہوا چلی بیکل
شہر سارا اُداس بیٹھا سی





اے دل کی فرار کرنا ہاں
زندگی بے مہار کرنا ہاں

تیری خاطر دعا تے گج وی نہیں
جان اپنی شمار کرنا ہاں

اُوکھے سوکھے گزرتا دن میرا
راتی تارے شمار کرنا ہاں

مدتوں تھیں ہوا نے مونڈھے پر
آرزواں سوار کرنا ہاں

پتھراں نے کھسور شہراں گج
شیشیاں ناں پپار کرنا ہاں

آپ اپنا میں خون پینا ہاں
آپ اپناں شکار کرنا ہاں

ایویں بیکل اُداس گنداں پر
روز نقش و نگار کرنا ہاں





کیہ آکھاں اس بستی اندر، کتنے ہین دیوانے لوک
راتو رات بدل جانے نی، جانے تے پہچانے لوک

رشتے ناطے کچے تہاگے، کیہ اعتبار انہاں ناں ہے
میں تے سارے تلکی لے لی، اپنے تے بیگانے لوک

میں پہولا پن آکھاں اس کی، یا اتھوں فی عادت ہے
بیڑا ڈبی ہوئی گیا ہوناں، مگر آئی تے سمجھانے لوک

جانے کس جادو ہے کیتا، یا پہنگے ناں پیالا پیتا
تہرنی پیرا بیٹھوں بٹھی، سٹے ہین مستانے لوک

اک پل وی اے بین نہیں دینے، جینے جی ساہ لین نہیں دینے
مرنے ویلے غباہیاں مارن، بنے آن سرہانے لوک

گلیاں گلیاں آلے ماراں، سرگنداں پُر میں پٹکاراں
لہوں کیاں اکھیوں ڈلناں ہے، پچھنے نہیں انجانے لوک

زوراں والے کیہ نہیں کرنے، لتے اتھے ساہ نہیں پہرنے
نکیاں نی بٹکی جٹی گل وی، عرشاں پُر چڑھانے لوک

مخروی ناں موسم بہن پنچھی اڈ جاسن گے
بلیاں اُپر دے بلسن ہنسن گے پروانے لوک



گئے سَنگل، گل، چَچ پھائی
رَبا کئی جی شامت آئی

ہر اکھی چَچ اُتھروں دُلن
شہرے چَچ اے اگ کس لائی

مُھلاں تھیں دِل کس ناں رجا
کنڈیاں نی تھل کس نے رائی

شیشہ پچیا چنگا ہویا
اِس شیشے سی جان ستائی

کُتیا رستا چھوڑی دے کھاں
میں پردیں دوروں آئی

لکڑا کو نی گل ناں کریاں
ہُن تے میگی نیندر آئی

بہل مُڑنے نی وی سوچو
راہ یکنی ہے بڈھی مائی





منگتے تئس در در تکتو گے
 مونڈھیاں اُپر کھر تکتو گے

نکے موٹے اُتھروں ڈولن
 کھر اندر بے کھر تکتو گے

ہوٹھاں پُر جندرے لکسن گے
 اکھیاں دُج دفتر تکتو گے

باغاں نی ٹالی ٹالی پُر
 چڑیاں کی بے پُر تکتو گے

شیشے سا می رکھو سارے
 ہتھاں دُج پتھر تکتو گے

مٹھیاں پُر محراباں لشکن
ہتھاں چُچ خنجر تلمو گے

دریا دریا لشکر جنگل جنگل
فوجاں تے لشکر تلمو گے

اکھیاں پُر نیندر نچسی گی
کنڈیاں پر بستر تلمو گے

فر و وٹاں ناں فتنہ آیا
پھر فتنے کھر کھر تلمو گے

ساں ساں بیڑا کرنا ہوسی
اندر اک شاعر تلمو گے

پریاں کھیڑا چھوڑی دیتا
ہن بیکل کی گھر تلمو گے





باغاں دُج پہاڑ بلنا سی
ککھ کنڈا ہر پھل سزنا سی

عسے گلیاں روڑاں دینے
ہن آسانوں کیہ ٹھلنا سی

ہتھوں باز کھڑائی بیٹھا
ایویں نہیں اُد ہتھ ملنا سی

اک دی مٹھا بول نہ بولے
سینے اُپر مُنڈھ دَلنا سی

بکّل کی کوئی تاہنگ تے ہوسی
مُڑھ مُڑھ کے اے کیوں تکتا سی





زخم سارے بھپائی تے رکھيو
درد اپنے دبا ئی تے رکھيو

آتھروں راز فاش کرسن گے
اکھیاں کی سکائی تے رکھيو

سبز پتراں اُداس ہو جانا
بلبلاں کی سُنائی تے رکھيو

منگ آساں نے میں پہری لوواں
سادناں کی کھلائی تے رکھيو

اک ناں اک دن او آن گے
رستیاں کی سجا ئی تے رکھيو





پھراں نال بولنے رہنے
پانیاں کی چھوٹے رہنے

لوک بے سمت کا غذاں کیہے
پھر دی کا غذا پھرولنے رہنے

کدو ٹھنڈی ہوا ادھر آسی
اس تہہ اچکل اے سوچنے رہنے

نت او خاباں نے بچ موی آنے
زخم دہے گروٹے رہنے

شام ویلے خلاں نے بچ بھل
کوئی پچھے کیہ لوڑنے رہنے





کشتی مہاڑی پار کرو ہاں
کاٹک بڑی ہے تار دیو ہاں

مدد تاں تھیں سینہ ٹھننا ہے
پانی ٹھنڈا ٹھار دیو ہاں

کھل مکھلے رستے سارے
می بلی می یار دیو ہاں

مھل مھل سارے اُدھرے پھینکے
می وی گج سرکار دیو ہاں

ٹس جو دیو سر اکھیاں پُر
مھل بوٹے کیہ خار دیو ہاں

کوئی میری گل نہیں سننا
سہونا سبھ اظہار دیو ہاں

کیوں پتھر ناں بُت ٹس بنے
ہاں، نہیں تے انکار دیو ہاں

اک ٹس ہو دو، اک میں ہو دو
بیکل کی او کھر دیو ہاں



پن چڑھیا اُس دُب دی جانا ، رکھو اِس ناں خیال
کھلیاں آنا کھلیاں جاناں ، جاسی ناں کوئی وی نال

رشتے ناتے چوٹھ ہی سارے ، سچی رب نی ذات
دُنیا نی اے دولت ، عزت ، سارا ہے اِک جال

بوٹے اُپر بہار نے ڈیرے ، چر توڑی نہیں رہنا
اِس نے آخر تہرت گپڑنی ، بچ جاسی ہر ڈال

سڑھ سڑھ کے تو کونکہ ہو ویں حرص نی اگ تو چھوڑ
رکس نے کھادا اگ نگارا ، دُنیا دا ایہ مال

کرم دی کشتی پہنچو رب جی ، بہل عاصی ڈیکے
غم نی ڈاب سمندروں ڈنگی ، دُیا ہر اک بال



غزل

کدوں چڑھی دیہنہ تے کدوں گلسی مانی
کدوں انہاں کوہلاں تھیں بھلسی پانی

میں مدتاں تھیں رستے سجائی تے رکھاں
کدوں بہڑے بھلسی گی خواباں نی رانی

کوئی کوئے تارے کی مابلاں تھیں چاڑے
سرے جا کے لگے عذاباں نی کہانی

دلے نی دلے بچ چھپائی تے رکھی
بڈھیمے نی کانگے بچ ڈوبی جوانی

چو فیری ہنیرے تے وحشت نے سائے
چورستے کھلوتی میری زندگانی

اتھے نفسا نفسی ناں عالم چو فیری
اتھے گل نہیں کیتی گسے وی سیانی

میں سب گج او کہتا جہڑا نہیں سی کرنا
بنانی تیرے ناں نی رہ گئی نشانی

کہانی ایہ ترتیب مریم نے دتی ۔ اہم محترمہ

نغمہ اتحاد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

اس نعرے بچ شان آساں نی عزت، عظمت جان آساں نی

اللہ رکھے شاد آباد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

رل مل رہنا حکم قرآنی لڑنا پہونا فعل شیطانی

پاک نبی (ﷺ) ناں اے ارشاد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

کلمہ، حج، نماز، سکھانا جنت بس اُس نے ہی جانا

جہڑا چھوڑے بخل تے باد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

چنگا سوہنا گم سنجھالی گوڈی کھٹھیاں، کھٹھیاں تالی

روٹی کھاساں نال سواد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

گم عقلی کی ہن ٹس چھوڑو دور گیاں کی ہن ٹس لوڑو

جو تھیں پٹنا ہُن فساد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

چھوٹے لیڈر توڑ کرانے بیراں کولوں بیر نسانے

انہاں مورپسی کوئی افتاد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

بدلو اپنا سوچ رویہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

رب نی، آسی گی امداد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

آؤ سارا ہتھ ملاواں آس سارے کھنڈ کھیر ہو جاواں

بسکل دیوان سارنی ناد

گو جر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد



نغمۂ اتحاد

(بزبان گوجری)

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

اِس نعرہ مانہہ شان ہے مہاری عزت ، عظمت ، جان ہے مہاری

رب رکھے ہمنائ آباد

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

میل نغے رہو حکم قرآنی لڑنو ، پہونو فعل شیطانی

پاک نبی (ﷺ) غویوۂ ارشاد

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

کلموں ، حج ، نماز سکھاوے جنت کس اُس ناں ہی تھاوے

جہڑو چھوڑے بُخل تے باد

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

چٹکو سوہنو گم سنجہالی گوڈی رل نغے ، رل نغے تالی

روٹی کھاں غا نال سواد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زنده باد جی زنده باد

گم عقلی ناں ہُن تم چھوڑو دور گیاں ناں ہُن تم لوڑو

بھوتے پٹو ہُن فساد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زنده باد جی زنده باد

چوٹھا لیڈر ہماں توڑیں سچا رستہ کولوں موڑیں

اِن ور پووے کائے اُفتاد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زنده باد جی زنده باد

بدلو تم ہُن سوچ رویا وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

رب سچا غی ملے امداد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زنده باد جی زنده باد

آؤ سارا ہتھ ملاواں اُس سارے کھنڈ کھیر ہو جاواں

بیکل دیوان سارئی ناد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زنده باد جی زنده باد



پہاڑی آزاد نظم

اپنی اہلیہ محترمہ مریم نے ناں جہاں فی صحت ناساز ہے یہ انہاں و ناں جوں (جانی پور) قیام
 پزیر ہیں (۱۷/۱۸ اپریل ۱۹۷۲ء)



بدل، ٹھنڈ شام سویرے، بمباں نے ککار
 تے اس بچ گسٹاں ناں خیال
 نکل ملائی تے مندا حال
 لوک بدل کی آکھنے ہین رحمت
 اس بچ کیہ شک
 نہیں کوئی شک
 مگر جی لمکی جئے ہوتا ہے رحمت
 چو فیری پانی، ٹھنڈ، تے گار
 جس بچ پاچھیاں ناں نہیں بچ چار
 بیچاریاں کی نہ ٹھنڈے سکھ تے نہ تھتے سکھ
 تھپ لگے تے ہو ہو، ٹھنڈ لگے تے سو سو

روڑے نے دن وی یاد ہیں
 بدل نی اکس بوندے واسطے تڑفنے ساں
 دریا، جنگل، شہر بازار
 سارے کرنے سن باہا کار

نمازاں پڑھنے، ہون کرنے تے پہولے لوک خدا کی ٹھکنے
پھر جائی تے بدل پیا
تہہ اساں کج ساہ لیا

شام سویرے فی کیہ کہانی سناں
ادھر مار ادھر مار
کس مار و مار

چکھلے دساں باراں سالاں بچ موئے ہین کئی ہزار
ہر پاسے قیماں، مسکیناں، مہاجراں تے لاشاں نے انبار
کہراں اندر لوک مسافر

باہر جانیاں ڈر۔ اندر آئیاں ڈر
کیڑے ویلے کیہہ ہوسی، کج پتہ نہیں
سارے لوک چپکے دے، تے تمکے دے
مگر گن چکے دے

کیہہ کرسی امریکہ، کے، سی پنت تے پاک سرکار
ایو ہے ساریاں کی انتظار
پنت صاحب کج کری لیسے۔؟
می گی اخان یاد آیا۔۔۔۔۔

’کر کہانی کلیا، سن کہانی ڈوریا، اتے چور پوڑیا لولا مگر دروڑیا‘
اندازہ کرو

اس حال بچ وی میگی ٹساں ناں خیال
ہر ویلے نال و نال

سچ گئے آکھیا وا ہے
 کھر، کھر والی نال
 ورنہ مندے تہاڑے تے بانکا حال
 کھٹھ سکھ بنی جاناں سب مال جنجال
 دوست، رشتے دار، انہاں ناں کیمہ اعتبار
 سارے پکی وے نے یار
 شیخ سعدی سچ آکھیا وا ہے ع
 بوقت تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد
 صراحی چوں شود خالی مجد اپیانہ می گردد
 خیر انہاں ساریاں گلاں نے باوجود
 میں ٹساں کی گئے صورت وی نہیں پہلیا
 ستیاں، جاگیاں، اے دُعا کرنا رہناں ہاں
 دست بستہ ہے ہاتھی بٹکل
 میری مریم کو دے شفا یارب (اہلیہ محترمہ)



انٹی۔ اے۔ ایس ٹا پرستہ ۲۰۱۰ شاہ فیصل کے نام

تو نے تو ہمیں، مالا مال کر دیا
دور تو نے سب کا ملال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

تجھ کو سلام تیرے آباء کو سلام
اجبا کو سلام تیرے اعزہ کو سلام
تو نے سارے دلوں کو نہال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

سوکھے ہوئے باغ میں بہار ہو گئی
قوم کی اُونچی دستار ہو گئی
جموں کشمیر کو وصال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

زندہ رہے بن کے تو سچا مسلمان
اللہ رہے ہر لحظہ تیرا نگہبان
بلاشبہ کام بے مثال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

وہی تو سچا مدرس ہے

جسے خدا کی شناخت ہو
صفائی جس کی خصلت ہو

سچائی جس کی عظمت ہو
سادگی جس کی دولت ہو
کام جس کی عبادت ہو
مطالعہ جس کی عادت ہو

طلبہ سے جسے محبت ہو
علم میں جسے وسعت ہو

جس کی بات میں حکمت ہو
قناعت جس کی ثروت ہو

سرتا پا جو رحمت ہو
سبھی کی جس کو عزت ہو

جس کا ایمان خدمت ہو

~~جس کسم کسم مال کر دیا~~

نشانہ حبیب کا جنت ہو

وہی تو سچا مدرس ہے

وہی تو پکا مدرس ہے

○○○

غزل

سُدھرنے کے نہیں حالات سو جا
نہیں بننے کی کوئی بات سو جا

تو کربِ ذات میں کھویا ہوا ہے
مصیبت کی نہ لے سوغات سو جا

ہو جس کا کھیت ہی چٹیل چٹائیں
کرے گی کیا وہاں برسات سو جا

کوئی بھی چال چل کر دیکھ لے تو
تجھے ملنی ہے آخر مات سو جا

غموں کے اپنے آنگن میں کبھی تو
خوشی کی آئے گی بارات سو جا



خورشید بیکل کی موزون طبع کی
 جولانیاں اُن کی غزلوں کے اکثر
 اشعار میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ بیکل
 بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور
 ان دو مصرعوں کی جادو بھری کائنات
 میں ایسے ایسے طلسم خانے آباد کرتے
 ہیں کہ ان کی سیر کرنے والا سامع
 یا قاری دیکھتا جاتا ہے، محظوظ ہوتا جاتا
 ہے اور اپنی حیرت اور تشفی کا سامان
 مہیا کرتا جاتا ہے۔ کامیاب شاعر
 کامیاب شعر کہتا ہے اور زیادہ
 کامیاب شاعر کے ہاں ان اشعار کی
 تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال
 خورشید بیکل کا ہے۔ وہ کامیاب غزل
 گو شاعر کے زمرے میں رکھے جا
 سکتے ہیں کیوں کہ اُن کی خال ہی کوئی
 ایسی غزل نشان زد کی جاسکتی ہے کہ
 جس میں اچھے اشعار کی تعداد قلیل
 گردانی جاسکے۔



خورشید احمد بکمل راجوری کے اُن لکھنے والوں میں شامل ہیں جو شعر و شاعری کیلئے طبع موزوں رکھتے ہیں اور بلاشبہ ایک پختہ کار اور جہاں آگاہ شاعر ہیں اُن کی چشم نظارہ واہ رقتی ہے وہ اپنی ذات کے نہاں خانوں سے نکل کر باہر کی معروضی دنیا کے سرد و گرم اور اونچ نیچ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے ذہنی تاثرات کو نغمیاتی رنگ و آہنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اُن کا شعری کینوس پھیلا ہوا ہے وہ اپنے مشاہدات، سماجیات اور اخلاقیات کو ہنرمندی سے نظم کرتے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ ”بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر“ کے تحت اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کے ساتھ ہی مدحت رسول ﷺ کی صورت میں اپنے عقیدہ و عقائد و جذبات کا اظہار کرتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے طے کردہ کسی نظریے کی پابندی کو ٹکراتے ہوئے اپنے شعری ذہن کی آزادگی کو روا رکھتے ہیں۔

جہاں تک اُن کی غزلیات کا تعلق ہے ان میں کئی اشعار اُن کے ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ ایسے اشعار میں الفاظ کی سادگی اور لہجے کی روانی سے کام لیتے ہوئے شعری قیاس کی عمل آوری کا احساس دلاتے ہیں، یہ ضرور ہے کہ بکمل صاحب اُن شعراء میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو گرد و پیش کے پُر آشوب واقعات کو شدت سے اور سچائی سے پیش کرتے ہیں اور ہر صورت روایت نوآوری کا حق ادا کرتے ہیں۔

